امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
مصنف
شیخ محمد علی مسعود
toobaa-elibrary.blogspot.com
مترجم
ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی
شعبہ دعوۃ وارشاد
ادارہ تحقیقات اسلامی - اسلام آباد

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

مصنف

شیخ محمد علی مسعود

مترجم

ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

شعبۂ دعوت وارشاد

ادارۂ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

عالم اسلام کے ہر اس داعی حق کے نام جو عزم ایمانی، اخلاص اور ولولۂ تازہ کے بغیر کسی دنیاوی منفعت کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے رہا ہو۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

(آل عمران: ۱۰۴)

اور ضروری ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے جو نیکی کی طرف بلایا کرے اور بھلائی کا حکم دیا کرے اور بدی سے روکا کرے اور پورے کامیاب یہی تو ہیں۔

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَنَا خَیْرَ اُمَّۃٍ لِاَنَّنَا نَقُوْمُ بِالْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیِ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی اَنْبِیَآئِہِ الَّذِیْنَ قَامُوْا بِالْاَمْرِ وَالنَّھْیِ، وَلَاسِیَّمَا عَلٰی خَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

الَّذِیْ لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی کُلِّ مَنِ اتَّبَعَہٗ بِالْاِحْسَانِ صَلٰوۃً دَائِمَۃً -

اَمَّا بَعْدُ

یہ کتاب جو اس وقت پیش کی جا رہی ہے مشہور عالم شیخ محمد علی سعود کی عربی کتاب الامر لمعروف ونہی عن المنکر کا اردو ترجمہ ہے۔ اسے عربی سے اردو میں ترجمہ کرنے کی خدمت جناب ساجد الرحمٰن کاندھلوی رلیسرچ اسکالر نے انجام دی ہے۔ انہوں نے اچھا واضح اور سلیس ترجمہ کیا ہے۔ اس طرح اس مفید کتاب کی افادیت کا دائرہ وسیع تر ہو جائے گا اور ہمیں امید ہے کہ اس کا مطالعہ کرنے والے حضرت اس سے خاطرخواہ استفادہ کریں گے۔ اسی طرح ہمیں یہ بھی امید قوی ہے کہ اس کا مطالعہ کرنے والوں میں سے بہتوں کو توفیق حق اس پر تیار کر دے گی کہ وہ حکم الٰہی کی اطاعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں خود بھی امر بالمعروف اور النہی عن المنکر کے فرائض کی انجام دہی میں لگ جائیں امر بالمعروف اور النہی عن المنکر ایک ایسا فریضہ ہے جسکی قرآن مجید میں بار بار تاکید کی گئی ہے اور ایک آیت

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (آل عمران ۱۱۰)

پس اللہ تعالےٰ نے جہاں امت مسلمہ کو خیر امت قرار دیا ہے وہاں اس کا سبب ہی یہ بیان کیا ہے کہ تم فعل معروف کا حکم دیتے ہو۔ اور فعل منکر سے منع کرتے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امت مسلمہ کے بہترین امت ہونے کا

سبب یہی ہے کہ اس امت کے افراد اچھی اور پسندیدہ باتوں کا حکم دیتے ہیں اور ناپسندیدہ اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں ۔ اسی سورۃ کی آیت نمبر ۱۰۴ میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ :۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران ۱۰۴)

"اور ضروری ہے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت رہے جو نیکی کی طرف بلایا کرے اور بھلائی کا حکم دیا کرے اور برائی سے روکا کرے ۔ فلاح پانے والے تو یہی لوگ ہونگے"۔

ان دونوں آیات شریفہ پر غور کرنے کے بعد کوئی آدمی اس کے سوا اور کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا کہ کسی امت کیلئے خیر امت ہونے کا لقب صرف اسی وقت موزوں ہوسکتا ہے جب کہ وہ اپنے اوپر امر بالمعروف اور النہی عن المنکر کو واجب قرار دے کر عملاً اس عمل صالح کو انجام دیا کرے ۔ دوسری آیت سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کسی اُمت میں افراد ہی پر یہ فریضہ نہیں ہے بلکہ امت کی ہیئت اجتماعی کو ایک جماعت اس کام کے لئے ہمیشہ قائم رکھنی چاہیئے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض انجام دیتی رہے ۔

قوموں میں جو اختلاف اچھے امور اور بڑے امور کے بارے میں ہے وہ ناقابل انکار ہے لیکن ذرا غور سے دیکھئے تو صاف نظر آئے گا کہ اکثر امور کی اچھائی اور برائی پر پورے عالم انسانیت کا اتفاق ہے مثلاً کہیں کوئی ایسا ذی ہوش آدمی نہیں مل سکتا جو سچ کو اچھا اور جھوٹ کو برا نہ سمجھتا ہو ۔ یا دھوکا دہی کو اچھا قرار دیتا ہو ۔ معذوروں کی امداد کو قابل مدح اور تکبر کو قابل ذم نہ خیال کرتا ہو ۔ سارا معاہدہ عمرانی جس پر باہم مل کر دیہات اور شہر بناتے اور ساری مدنیت کی بنیاد ہے وہ اسی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مبنی ہے ۔ خالق کائنات قرآن حکیم میں اسی مسلمہ صداقت اور عمومی پسندیدگی کو قائم رکھنے کی تاکید فرماتا ہے ۔ اور اسی فریضہ کی ادائیگی پر امت مسلمہ کو خیر امت کا لقب عطا کرتا ہے ۔ اگر مسلمان اس سے غافل ہوجائیں تو یہ امت خیر امت کے لقب کی حق دار نہیں باقی رہتی ہے ۔

زیر نظر کتابچہ میں فاضل شیخ محمد علی سعود نے اس کو کسی قدر تشریح کے ساتھ قابل فہم انداز میں سمجھایا ہے اور قرآن حکیم کی آیات کریمہ کی روشنی سے اسے منور کیا ہے کہ انفرادی سطح پر جماعتی سطح پر حکومتی سطح پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ کس طرح انجام دیا جاتا ہے اور اس کی کیا کیا صورتیں پیدا ہوتی ہیں ۔ ایک مرد مومن اپنی اولاد

اپنے اقرباء اور اپنے ہمسایوں کو کس کس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکتا ہے، اور اس سے آگے بڑھ کر پورے معاشرہ پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کیا اصلاحی اثرات ڈال سکتا ہے اور خالقِ کائنات کے حکم کی تعمیل کر کے اپنے گھرانے، اپنے محلہ اپنے شہر اور اپنے پورے معاشرہ کی اصلاح کر سکتا ہے۔ عدالتوں میں حدود و تعزیرات کو نافذ کر کے اور اللہ جل جلالہ کے احکام کی تعمیل کر کے کس طرح اپنے آپ کو مردِ مومن اور امت اسلامیہ کو خیر امت کے اعلیٰ لقب کا سزاوار قرار دے سکتا ہے۔

اس وقت جب کہ پاکستان میں نفاذ شریعت اور اصلاح معاشرہ کی مساعی جاری ہیں۔ ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ شیخ محمد علی سعود کے اس مفید اور قیمتی کتابچہ کو اُردو میں بھی شائع کر دیا جائے۔ شکر ہے کہ توفیق الٰہی نے ہمارا ساتھ دیا اور ہم اس کو اس امید کے ساتھ پیش کر رہے ہے کہ ہماری اس حقیر سی کوشش کو بارگاہ رب العزت سے قبولیت کی عزت حاصل ہو جائے اور اس عمل کو بھی ادارۂ تحقیقات اسلامی کی طرف سے امر بالمعروف اور عن المنکر کا عمل صالح سمجھا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ صالح قلوب میں حقیقی جذبۂ حق پیدا کر دے۔

جس ذرہ پر ہو تیری نظر آفتاب ہے
ورنہ جہاں یہ سارا جہاں خراب ہے

وَمَا تَوْفِيقُنَآ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

(ڈاکٹر) عبد الواحد ہالیپوتا
ڈائرکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی
اسلام آباد

۱۴ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ
بمطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۸۲ء

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک اہم مسئلہ ہے ۔ اس پر ایمان کا مدار استقامت ہے اس سے زندگی کی نہج درست ہوتی ہے، اس سے اُمت مسلمہ میں وحدت پیدا ہوتی ہے اور اس کی اساس امانت ہے اور بے غرض وبے ریا ہوکر خالصتاً اللہ اس فریضیہ کو انجام دینا ہے ۔

دعوت انبیاء

انبیاؑ کی دعوت کی اساس یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر رہا ہے اور انھوں نے اس فریضیہ کو انتہائی عمدگی سے انجام دیا ہے اور اس سے اعلیٰ ترین مقاصد حاصل کیئے ہیں ۔ چنانچہ حضرت ہودؑ نے فرمایا ۔

وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ۝ (الاعراف : ۶۸)

اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں ۔

انبیاء کرام نے پوری صداقت کامل دیانت اور امانت کے ساتھ پیغام حق پہنچایا ہے کسی دنیاوی اجر کے طالب نہیں رہے اور حق نصیحت ادا کیا اور اپنی قوم کی دنیا اور آخرت سنواری اور

(الف) ہر حال میں اور ہر وقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہے ۔

(ب) اسوۂ حسنہ پر خود بھی عمل کیا اور لوگوں کے لئے اس کا راستہ ہموار کیا ۔

(ج) تمام انسانوں کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا طریقہ متعین کیا ۔

(د) اور فرمایا

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الشعرآء : ١٠٩)

اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو بس پروردگار عالم کے ذمہ ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرائط

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والے داعی حق میں یہ اوصاف لازماً موجود ہونے چاہئیں۔

اول : اسے اللہ سبحانہ پر کامل ایمان ہو۔ اس کی سیرت کامل ہو اور وہ اللہ کے احکام کا پابند اور محرمات سے مجتنب ہو، اللہ کی اطاعت کرنے والے کو دوست رکھتا ہو اور اللہ سے دوری اختیار کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہو، تمام انبیاء اور رسولوں پر اس کا ایمان ہو اور پورے اخلاص نیت کے ساتھ اس فریضہ کو انجام دے اور اپنے آپ کو اس فرمان کا مصداق بنالے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ (البقرة : ٢٨٥)

پیغمبر ایمان لائے اُس پر جو اُن پر اُن کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اور مومنین (بھی) یہ سب ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر، ہم اس کے پیغمبروں میں باہم کوئی فرق بھی نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم نے سُن لیا اور ہم نے اطاعت کی۔ ہم تیری مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار اور تیری ہی طرف واپسی ہے۔

انہی بندگان خدا کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

(الزمر: ۱۷-۱۸)

سو آپ بشارت دیجئے میرے انہی بندوں کو جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں۔ پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں۔ یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور یہی ہیں جو ذی عقل ہیں۔

دوم : رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے۔ سُنت نبوی پر خود بھی عمل کرے اور اسی پر عمل کرنے کی ہدایت کرے اور تمام صحابۂ کرام اور اصحاب اہل بیت سے محبت رکھے۔ اہل بدعت سے دور رہے اور اسے حلال وحرام کے امور کا بخوبی علم ہو اور امور سُنت اور افعال بدعت سے اچھی طرح آشنا ہو۔

سوم : حکمرانوں اور ارباب اقتدار کو حق سے آگاہ کرتا رہے انہیں نرمی اور التفات سے سمجھاتا رہے انہیں غفلت پر متنبہ کرتا رہے۔ صلاح اور ہدایت کی جانب بلاتا رہے اور حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو راہنما بنائے۔

حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہم تنگی و آسانی اور سہولت وسختی ہر حالت میں آپ کی اطاعت کریں گے اور یہ کہ ہم اصحاب اقتدار سے اقتدار میں منازعت نہیں کریں گے الا یہ کہ ان کی جانب سے کھلا کفر ظاہر ہو اور ہم جہاں بھی ہوں حق ہی کہیں گے اور اعلائے کلمۃ اللہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خائف نہ ہوں گے۔

چہارم : داعی حق کی ذمے داری ہے کہ وہ دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرے اور جو خود کو ناپسند ہو وہ دوسروں کے لئے بھی ناپسند کرے، ان کی پردہ پوشی کرے، ان کی تکالیف دور کرے، ان کے منافع کے حصول کی سعی کرے، ان کی جان ومال اور عزت کا تحفظ کرے اور انتہائی نرمی اور جذبۂ اخوت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔

پنجم: داعی حق جب یہ دیکھے کہ اس کی نصیحت لوگوں کے لئے گوارا اور قابل قبول ہے تو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے لیکن اگر اسے تکلیف اور ایذا کے پہنچنے کا اندیشہ ہو تو وہ اللہ کی جانب متوجہ ہو اور حق سبحانہٗ سے لوگوں کی ہدایت کا خواستگار ہو اور یہ ایمان کا ضعیف درجہ ہے اور برے لوگوں سے کنارہ کشی نہی عن المنکر کی ہی ایک صورت ہے۔

ششم: کسی پوشیدہ برائی کے معلوم کرنے کے لئے تجسس نہ کرے بلکہ جب ظاہراً احکام الٰہی ترک کیئے جارہے ہوں تو ان کے کرنے کی تلقین کرے اور جب کھلم کھلا برائیوں کا ارتکاب ہو رہا ہو تو ان کے ارتکاب سے لوگوں کو منع کرے۔

قرآن کریم کے اس حکم پر انہی درج بالا اصولوں کی روشنی میں عمل ہونا چاہیئے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥

(آل عمران: ۱۰۴)

اور ضروری ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے جو نیکی کی طرف بلایا کرے اور بھلائی کا حکم دیا کرے، اور بدی سے روکا کرے اور پورے کامیاب یہی تو ہیں۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے شرائط میں حق سبحانہٗ کا ارشاد ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ٥

(الاعراف: ۱۹۹)

درگذر اختیار کیجئے اور نیک کام کا حکم دیتے رہیئے، اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کیجئے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کا خالق اللہ ہے اور اللہ ہی انسان کی طبیعت و سرشت اور اس کے حق میں خوب و ناخوب سے واقف ہے۔ چنانچہ اللہ نے انسان کو زندگی گزارنے کی ایسی نہج (دین) بتائی ہے جس میں اس کی دنیا اور آخرت کی فلاح مضمر ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ امت مسلمہ میں ایسا نظام حق موجود ہو کہ امت کے افراد جماعتیں حکمران اور محکوم، اور علماء اور عوام سب ایک دوسرے کو حق کی تلقین کریں اور خیر کی دعوت دیں، اسی ذریعے سے اُمت مسلمہ امت محمدیہ، کہلانے کی مستحق ہو سکتی ہے اور اسی طرح خیر کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔ اور حق کے راستے پر چلنا آسان ہو سکتا ہے اور راہ حق کی دشواریوں اور زحمتوں پر غلبہ پایا جا سکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر شریعت کے مطابق ہو اور جدل اور ہوئی سے پاک ہو کیونکہ اہل جدل کے بارے میں حق سبحانہ، کا فرمان ہے۔

بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ (الزخرف: ۵۸)

اصل یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔

قرآن کریم مومنوں اور مومن عورتوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (التوبۃ: ۷۱)

اور ایمان والے اور ایمان والیاں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں۔ نیک باتوں کا آپس میں حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں۔ اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان پر ضرور رحمت کرے گا۔ بیشک اللہ بڑا اختیار والا ہے بڑا حکمت والا ہے۔

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتے اور اس کے لئے کوشش وسعی کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کے زیادہ والی ہیں، اور ہر معاملہ میں مومنین کے لئے اسوۂ حسنہ اور قدوۂ، صالحہ ہیں اور ہر معاملہ میں مومنین پر آپ کی اطاعت اور پیروی لازم ہے۔

امر و نہی میں نرمی اور شفقت

مومن اپنی جان اور اپنے اعضاء کا محافظ ہے اور سب سے پہلے اپنے ہی آپ کو امر و نہی کرنے پر مامور ہے اور ہر عضو کے مزاج اور ساخت کے لحاظ سے ان سے کام لینے کا پابند ہے، اس لئے لازم ہے کہ وہ ہر معاملہ میں رفق اور نرمی اختیار کرے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"اللہ رفیق ہے رفق پسند فرماتا ہے"

نیز آپؐ نے فرمایا کہ

"جس شئے میں نرمی ہوتی ہے اس سے اسے زینت مل جاتی ہے اور جس شئے میں نرمی نہیں ہوتی اس سے اسے عیب لگ جاتا ہے"

آپؐ نے نرمی اختیار کرنے کی نہ صرف زبانی نصیحت فرمائی بلکہ عملاً بھی آپؐ نے ہر معاملہ میں رفق اور نرمی کا اظہار فرمایا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا، لوگ اس کی طرف بڑھے تو آپؐ نے فرمایا، اسے چھوڑ دو، اس کے پیشاب پر ایک ڈول بہا دو، تمہیں سہولت کے لئے مبعوث کیا گیا ہے سختی کے لئے مبعوث نہیں کیا گیا ہے"

یہ اعرابی شخص نیا نیا اسلام لایا تھا اور اسے یہ علم نہیں تھا کہ مسجد میں پیشاب نہیں کیا جاتا بلکہ نماز پڑھی جاتی ہے اور اللہ کو یاد کیا جاتا ہے، اپنی لاعلمی کی بنا پر اس سے یہ حرکت سرزد ہو گئی اور صحابہ نے اسے سرزنش کی، جس پر اس نے کہا کہ ذرا ٹھہرو مجھے سمجھاؤ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو، چونکہ یہ ابھی اسلام لایا ہے اس لئے یہ معذور ہے۔ اس اعرابی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مجھے سرزنش فرمائی اور نہ تنبیہ کی، میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں غرض آپؐ نے عملی تربیت فرمائی کہ مسجد میں پانی بہا دینے کا حکم فرمایا اور اعرابی کو ہدایت کی کہ مساجد

میں پیشاب کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ مسجدیں ذکر اللہ اور نماز کے لئے ہوتی ہیں۔

اگر اس موقعہ پر شدت اور سختی برتی جاتی تو مناسب نہ ہوتی کہ شدت اور سختی سے عقیدہ کمزور ہو جاتا ہے بلکہ بعض اوقات ایمان بھی جاتا رہتا ہے۔

اس سنت کی روشنی میں کلمۂ حق کہنے کے لئے حکمت اور موعظہ حسنہ کا اسلوب اختیار کرنا چاہیئے اور نرمی اور رفق سے اللہ کے دین کی بات پہنچانی چاہیے تاکہ مخاطب کے قلب و نظر پر اثر انداز ہو اور اس کی زندگی دین اسلام کے مطابق ہو جائے کہ ایک شخص کا ہدایت پا جانا دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے بہتر ہے

حکام کی جانب سے رفق و نرمی

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے ہدایت اور کامیابی رفق و نرمی ہی پر موقوف ہے اس لئے مسلمان حکمرانوں کو چاہیئے کہ وہ رعایا کی دیکھ بھال اور ان کے امور کی نگرانی میں نرمی اور رفق سے کام لیں اور جن امور کا حکم دیں اور جن باتوں سے منع کریں ان میں نرمی برتیں۔ کیونکہ حکام اپنی رعایا کے بارے میں جوابدہ ہیں اور ان کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جس کے پاس بکریوں کا ریوڑ ہو کہ اگر وہ انہیں سختی سے ہنکائے گا تو ان میں بھگدڑ مچ جائے گی اور بکریاں ایک دوسری سے ٹکرائیں گی اور ایک دوسری کو سینگ مارتی ہوئی گزریں گی اور ان میں جو کمزور ہوں گی وہ کچلی جائیں گی۔ لیکن اگر وہ بکریوں کو نرمی سے ہنکائے اور ہر ایذاء اور تکلیف سے انہیں بچائے تو وہ آرام سے چرتی رہینگی۔

رعایا کا تحفظ اسی میں ہے کہ حکمران احکام الٰہی کے مطابق ان کی راہنمائی کریں اور عدل و انصاف قائم کریں اور حکمراں اس طرح رعایا کی راحت و سکون کی فکر کریں کہ جب سب لوگوں کی راحت اور بھوک کی تلافی ہو جائے تب حکمران اپنی راحت اور اپنی بھوک کی تلافی کی فکر کریں۔

حضرت عوف بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

تمہارے بہترین حکمراں وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں

تم ان کے لئے دعا کرو وہ تمہارے لئے دعا کریں اور تمہارے برے حکمراں وہ ہیں جن سے تم نفرت کرو اور تم سے نفرت کریں تم انہیں برا بھلا کہو اور وہ تمہیں برا بھلا کہیں۔ ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ، پھر ہم انہیں اتار نہ دیں؟ آپ نے فرمایا نہیں اس وقت تک نہیں جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں؛

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ :۔

اے اللہ جو میری امت کا والی بنا اور اس نے لوگوں پر سختی کی تو تو بھی اس پر سختی کر اور جس نے ان سے نرمی کی تو تو بھی نرمی کر،

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اشاعت کا ایک بڑا سبب آپؐ کا اخلاق اور آپؐ کا نرم برتاؤ تھا۔ اس کے برعکس اگر آپؐ تند خو اور بد خلق ہوتے تو لوگ آپؐ کے گرد سے منتشر ہو جاتے۔

یہاں پر دو واقعات بیان کیے جا رہے ہیں جن سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دینے والے کو راہنمائی اور بصیرت حاصل ہوگی

پہلا واقعہ : حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نجد کی طرف روانہ ہوئے، جب ایک درختوں والی وادی میں پہنچے تو آپؐ اتر گئے اور آپؐ نے ایک درخت میں تلوار لٹکائی اور آرام فرمایا اور تمام صحابہ بھی سو گئے۔ اسی دوران ایک اعرابی آیا اور اس نے آپؐ کی تلوار اتار کر آپؐ پر سونت لی اور کہنے لگا کہ اب آپؐ کو کون اس تلوار کے وار سے بچائے گا۔ آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا۔ اللہ، اس پر تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور آپؐ نے تلوار اٹھالی اور اس سے پوچھا کہ اب تجھے کون مجھ سے بچائے گا، وہ بولا تم تلوار کے بہترین اٹھانے والے ہو،

آپ نے فرمایا کہ گواہی دو کہ اللہ ایک ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے کہا کہ نہیں، البتہ میں آپؐ سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں تم سے قتال نہیں کروں گا اور نہ ان لوگوں کے ساتھ شامل ہوں گا جو تمہارے ساتھ برسر جنگ ہوں۔ آپؐ نے اسے جانے کی اجازت دے دی، آپؐ کے اس حسن اخلاق کا یہ اثر ہوا کہ وہ شخص اور اس کی قوم کے تمام افراد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے۔

دوسرا واقعہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار تشریف لے جاتے اور لوگوں سے معاملات کرتے اور اس دوران امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے اور اپنے عمل سے اس اصول کی ترجمانی فرماتے کہ داعی حق کا کام یہ ہے کہ وہ فریضۂ دعوت خاص و عام اور تاجر و صنعت کار ہر طبقے میں انجام دے۔

یہودی علماء میں سے ایک شخص زید بن سعنہ نامی تھا جس نے تورات اور انجیل پڑھی ہوئی تھی اور اس میں بیان کردہ آپؐ کی صفات سے واقف تھا جو آپؐ میں موجود تھیں ماسوا ان دو صفات کے کہ آپؐ پر حلم غالب ہوگا اور یہ کہ اگر کوئی آپؐ سے نادانی کی بات کرے گا تو اس سے مزید آپؐ کے حلم میں اضافہ ہوگا۔

اس یہودی نے آپؐ کا امتحان لینے کے لئے آپ سے کھجوروں کا ادھار معاملہ کیا اور مدت پوری ہونے سے تین دن پہلے ہی آکر متقاضی ہوا کہ میرا قرض ادا کریں اور کہنے لگا کہ تمام بنی ہاشم کے لوگ قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر بولے۔ اگر تمہارے اور ہمارے مابین معاہدہ نہ ہوتا میں تمہارا سر اڑا دیتا۔ لیکن نبی رحمتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ میں اور یہ یہودی معاملہ کے اصل فریق ہیں۔ تم اسے حسن طلب کی تلقین کرو اور مجھے حسن ادائگی۔ اے عمرؓ اس کا قرض ادا کردو اور یہ جو تم نے اسے ڈرایا دھمکایا ہے بیس صاع اس کے بدلے دیدو۔ اس پر یہودی بولا، قسم بخدا مجھے کھجوروں کی کوئی ضرورت نہ تھی، میں نے تورات اور انجیل میں آپؐ کی صفات پڑھیں

جنہیں میں نے آپؐ کے اندر دیکھ لیا تھا ما سوا دو صفات کے کہ آپؐ کا حلم غالب ہے، اور کوئی آپؐ سے نادانی اور زیادتی کا سلوک کرے تو آپؐ اس کے ساتھ مزید تحمل اور مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ میں نے یہ رویہ اختیار کر کے آپؐ کی یہ دونوں صفات معلوم کر لیں۔ اب یہ کھجوریں مسلمان فقراء میں تقسیم کر دی جائیں اور میرا نصف مال بھی مسلمان فقراء کو دے دیا جائے۔ میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ اور اللہ کو اپنا رب اور محمد کو نبی تسلیم کرتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور آپؐ کی نرمی اور رحمت نے یہودی کا دل اپنی جانب مائل کر لیا اور اسے اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات

حکمرانوں کے فرائض

اقامت حدود

مسلمان حکمرانوں کی ذمے داری ہے کہ وہ حدود اللہ نافذ اور جاری کریں جو یہ ہیں ۔

قصاص

حد زنا

حد قذف

حد مے نوشی

حد سرقہ

حد حرابہ

حد ارتداد

حد تارک صلاۃ

ان حدود کے علاوہ سزائیں تعزیرات ہیں ، جو احکام کی مخالفت کرنے والوں پر جاری کی جاتی ہیں اور جن کے تعین کا حکمراں مجاز ہے اور یہ اس لئے ہے کہ حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ نہی عن المنکر کا فریضہ اقتدار کی قوت اور اختیار کی حاکیت کے ذریعے انجام دیں ۔

مشیروں کا انتخاب

حکمرانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ مخلص، خدا ترس اور ایماندار مشیر و اعوان منتخب کریں تاکہ صالح اقتدار کے اثرات پورے معاشرے پر مرتب ہوں اور ایسے مشیروں سے احتراز کریں جو حقائق چھپائیں اور خدا سے بے خوف ہوں اور حکمرانوں کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا رکھیں۔ نا اہلوں اور کم عقلوں کو آگے بڑھائیں خواہشِ نفس اور شہوتوں کو رواج دیں اور صالح حکمرانوں کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کریں اور جو لوگ حکمرانوں کو نصیحت کریں اور انہیں راہ حق سمجھائیں ان کے درپے آزار ہو جائیں۔

بہرحال بدباطن مشیر زیادہ دیر اپنی ان تدابیروں میں کامیاب نہیں ہوتے بلکہ جلد ہی ان کی حرکتیں منکشف ہو جاتی ہیں، کیونکہ فرمان الٰہی ہے

وَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ (الرعد : ۱۷)

سو جھاگ تو نکما ہو کر جاتا رہتا ہے اور جو چیز لوگوں کے لئے کارآمد ہے سو وہ دنیا میں رہ جاتی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے جو بھی نبی مبعوث ہوا اس کے حواری اور اصحاب تھے جو اس کی سُنت پر چلے اور اس کی پیروی کی پھر بعد میں ایسے لوگ آئے جو کہتے تھے خود نہیں کرتے تھے اور وہ کام کرتے تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا ایسے لوگوں سے جو ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے جو زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو اپنے قلب سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور اس کے بعد ایمان کا کوئی رتی بھر بھی درجہ نہیں ہے۔

غرض درج ذیل لوگوں کو مشیر اور صاحب اختیار بنانے سے محترز رہنا چاہیئے۔

۱۔ فاسق، جو نہ نماز قائم کرے نہ زکوٰۃ دے، نہ اچھائیوں کو فروغ دے اور نہ برائیوں کا سدباب کرے۔

۲۔ منافق، جو دو رخا ہو،

۳۔ سارق، غاصب، خائن، جو جانتا تک نہ ہو کہ امانت کسے کہتے ہیں اور وفاءِ عہد کیا شئے ہے؟

۴۔ جو اپنی ذاتی اغراض کو ملکی اغراض پر ترجیح دے۔

۵۔ تہمتیں لگانے والا جو کسی کی عزت کو ہدف بنائے بغیر نہ چھوڑے۔

علماء کے فرائض

علماء سے مراد وہ علمائے دین ہیں جو کتاب اللہ اور سُنّت رسولؐ سے واقف ہوں اور احکام دین سے آشنا ہوں۔ اور تحریر و تقریر کے ذریعے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں اور معاشرے میں اسلامی فکر کو فروغ دیں۔

فکر اسلامی درحقیقت حفظ مراتب کی داعی اور عزتوں کے تحفظ اور حقوق و فرائض کی تکمیل کی علمبردار ہے، یہ وہ فکر ہے جو انبیاءؑ کا محورِ عمل رہی ہے جس کا تعلق مناہج آلٰہیہ سے رہا ہے جو حیاتِ انسانی کی بڑی جزرسی سے تنظیم کرتی ہے اور انسانوں کا تعلق اللہ سے قائم کرتی ہے، انسانوں کے مابین روابط کی نشاندہی کرتی ہے اور خود انسان کو اپنی ذات سے آشنا کرتی ہے۔

اسلامی تصور اور اسلامی فکر ان نظریات کی طرح نہیں ہے جو درآمد شدہ اور مبنی بر الحاد ہیں جنمیں انسانیت کی تحقیر کی گئی ہے اور اللہ کی صفت کی اہانت کی گئی ہے حالانکہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ (التین: ۱-۴)

قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس امن والے شہر کی ہم نے انسان کو بہترین انداز کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

انسان اللہ سبحانہٗ کی تخلیق ہے، مخلوق کی تحقیر، خالق کی تحقیر ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بڑی تفصیل سے حقوق انسانیت بیان کئے ہیں اور انسانوں کے درمیان فرق کو یہ کہہ کر مٹا دیا ہے کہ

کسی عربی کو کسی عجمی پر تقوی کے سوا کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ، نے ارشاد فرمایا

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝

(الحجرات:۱۳)

بیشک تم میں سے پرہیز گار تو اللہ کے نزدیک معزز تر ہے۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا ہے پورا خبر دار ہے۔

اسلام نے اسی قرآنی آیت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا محور قرار دیا ہے اور اسی آیت کے پیش نظر علمائے کرام کا یہ فریضہ ہے کہ وہ بھلائیوں کو متعارف کرائیں اور برائیوں سے اجتناب کی تلقین کریں اور یہ بتائیں کہ اشتراکیت اصولی اور بنیادی طور پر اسلام کے خلاف ہے کہ یہ کافر انسان کو بھی حقیر سمجھتے ہیں اور مذہب کی بھی توہین کرتے ہیں اور ہر جگہ انسانوں کا خون بہاتے ہیں، اور جانوروں سے بدتر طرز زندگی اختیار کئے ہوئے ہیں اور دنیا میں کوئی ان کی اس سفاکی اس ظلم وستم اس بربریت اور دہشت کا مزاحم نہیں ماسوا مسلمانوں کی ایک مختصر سی جماعت کے کہ ان کا ایمان ہی یہ ہے کہ زندگی کے ہر مرحلے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں اور ایمان ولیقین کیساتھ جہاد کرتے رہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تمام امت مسلمہ کا فریضہ ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ تحریر و تقریر کے ہر ذریعے کو اختیار کیا جائے اور مسلمانوں کو متنبہ کیا جائے کہ وہ اپنے وجود کو اشتراکیت کے گھن سے پاک کریں اور اپنے آپ کو اخلاقی بیماریوں اور روحانی امراض سے محفوظ کریں اور عملی جہاد کی تیاری کریں تاکہ القدس کو حاصل کر سکیں اور پوری دنیا میں مسلمانوں کو مظلومیت سے نجات دلا سکیں۔

اباحیت کا سد باب

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں سب سے اولین اور سب سے اہم کام یہ ہے کہ

مسلم معاشرے کو اباحیت سے بچایا جائے اور رقص و سرود، محافل طرب اور لہو و لعب کی دلچسپیاں ختم کی جائیں کہ یہ امراض قوموں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے ہیں۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَاۗىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰي عَوْرٰتِ النِّسَاۗءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(النور: ۳۰-۳۱)

آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے حق میں زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بیشک اللہ کو سب کچھ خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں، اور آپ کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں اور اپنے سنگار ظاہر نہ ہونے دیں، مگر ہاں جو اس میں سے کھلا ہی رہتا ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں۔ اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں مگر ہاں اپنے شوہر پر اور اپنے باپ پر، اور

اپنے شوہر کے باپ پر اور اپنے بیٹوں پر اور اپنے شوہر کے بیٹوں پر اپنے بھائیوں پر اور اپنے بھائیوں کے لڑکوں پر یا اپنی بہنوں کے لڑکوں پر اور اپنی (ہم مذہب) عورتوں پر اور اپنی باندیوں پر اور ان مردوں پر جو طفیلی ہوں (اور عورت کی طرف) انہیں ذرا توجہ نہ ہو۔ اور ان لڑکوں پر جو ابھی عورتوں کی پردہ کی بات سے واقف نہیں ہوتے اور عورتیں اپنے پیر زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو اے ایمان والوں تاکہ تم فلاح پاؤ۔

قرآن کے اس واضح حکم کے بعد کسی فلسفہ اور کسی نظریہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہ ہی کوئی مسلمان یہ جرأت کر سکتا ہے کہ حکم الٰہی کو رد کر کے کسی اور سمت متوجہ ہو۔

حدود اللہ کا قیام

شریعت اسلامیہ میں حدود اس لئے مقرر کی گئی ہیں تاکہ انسانی جان، عزت اور مال کا تحفظ ہو سکے۔ یہ موضوع بے حد اہم ہے اور علمائے کرام کو اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہیئے اور اس حقیقت کی توضیح کرنی چاہیئے کہ شراب ام الخبائث اور تمام کبیرہ گناہوں کی اصل اور بنیاد ہے اور جس شخص کے مزاج کی ساخت ہی بگڑی ہوئی ہو۔ طبیعت میں بدکاری اور نفس میں شوریدگی ہو وہی اس حرام شئے کا مرتکب ہوتا ہے۔

اسی طرح چوری کا جرم بہت بڑا جرم ہے اور اس سے انسان کے مال پر تعدی ہوتی ہے جو ان تین اساسیات انسانی میں سے ہے جن کی حفاظت لازمی ہے۔

زنا ایک بدترین جرم ہے، اس سے انساب میں اختلاط پیدا ہوتا ہے، امراض خبیثہ پھیلتے ہیں۔ اخلاق و دیانت کا خاتمہ ہو جاتا ہے .... اور کوئی بھی انسان پسند نہیں کرتا کہ اس کی ماں بہن یا بیوی کی عزت کو پامال کیا جائے۔

عوام کے فرائض

عام مسلمان جن کے ہاتھ میں کوئی اختیار نہ ہو اور ان کو علم بھی حاصل نہ ہو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر منکر کو دل سے ناپسند کریں اور اللہ کی شریعت کے خلاف ہونے والے جرائم سے برأت کا اظہار کریں۔

ضروری ہے کہ یہ کراہت اور ناپسندیدگی دل کی گہری تاثیر کے ساتھ ہو اور اس کے اثرات اس طرح ظاہر ہوں کہ منکر کے مرتکب افراد کی صحبت سے احتراز کریں اور ان کے ساتھ کھانے پینے سے اجتناب کریں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حکم کا ہر زمانے کے لئے لازمی ہونا

بھلائیوں کے فروغ کی سعی اور برائیوں کے اکھاڑ پھینکنے کی جدوجہد کسی ایک دور اور کسی معاشرہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ حکم ہر زمانے اور ہر معاشرے کے لئے عام ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ترک کر دینے پر تنبیہ فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

> "تم لازماً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے ورنہ اللہ تمہارے اوپر ایسی سزا نازل کرے گا کہ اگر تم اس سے نجات کے لئے دعائیں بھی مانگو گے تو قبول نہ ہوں گی"

بھلائیوں کے فروغ کی سعی اور برائیوں کے سدباب کی کوشش میں اصل حکمت یہ پنہاں ہے کہ اس طرح ایک معاشرے کو صالح معاشرے کے طور پر برقرار رکھا جاسکتا ہے ورنہ تو برے لوگوں کی برائیاں وبائی امراض کی طرح معاشرے میں پھیل جائیں گی اور معاشرہ ناکارہ ہو کر عذاب الٰہی میں مبتلا ہو جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت حال کو ایک مثال سے واضح فرمایا ہے کہ

حدود اللہ کے قائم رکھنے یا نہ رکھنے کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ جہاز میں سوار ہوں کچھ اس کے نچلے حصوں میں ہوں اور کچھ اوپر کے حصوں میں ہوں، نچلے حصے کے لوگوں کو پانی کے لئے اوپر جانا پڑتا ہو وہ یہ ارادہ کریں کہ جہاز کی تلی میں سے تختے اکھاڑ لیے جائیں، ـــــ اگر اوپر والے ان کو ایسا کرنے دیں گے تو سب ہلاک ہو جائیں اور اگر ان کا ہاتھ پکڑ لیں گے تو خود بھی بچ جائیں گے اور وہ بھی بچ جائیں گے،

(بخاری، از نعمان بن بشیر)

راستوں کی برائیاں

راستے گزرگاہیں اور بازار وغیرہ معاشرتی ضروریات کے لئے ناگزیر ہیں اور حکمرانوں کا فرض ہے کہ ان مقامات کو اخلاقی خرابیوں اور برائیوں سے پاک رکھیں اور حرام مناظر اور حرام سموعات کا سدباب کریں تاکہ لوگ برائیوں کے مرتکب نہ ہوں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ راستوں اور گزرگاہوں میں بیٹھنے سے اجتناب کرو۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے کہ یہیں بیٹھ کر ہم (کاروباری) گفتگو کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، تب راستے کا حق ادا کرو، صحابہ نے استفسار فرمایا کہ راستے کا کیا حق ہے آپؐ نے فرمایا، نگاہیں نیچی رکھنا، ہاتھوں کو ایذا رسانی سے روکنا، سلام کا جواب دینا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا،

اسلام دین فطرت ہے اس نے کاروباری ضرورتوں اور دیگر سماجی امور کی انجام دہی کے لئے راستوں سے اور بازاروں سے گزرنے کی اجازت دی ہے اور اس امر کی اجازت دی ہے کہ لوگ کھلی فضا سے لطف اندوز ہوں، لیکن شرط یہ ہے کہ نگاہیں گناہ آلود نہ ہوں، زبانیں جھوٹ اور بہتان نہ تراشیں اور قلب گناہ کی آماجگاہ نہ بنیں۔ اور یہ کہ مال و جان اور عزت کی حفاظت کی

سلامتی کی تلقین کی جائے اور اس سلامتی کا زبانی اظہار سلام کی صورت میں ہوتا رہے۔

محسن انسانیتؐ کا یہ معجزہ ہے کہ آپؐ نے انسانی زندگی کے ہر ہر پہلو میں راہنمائی فرمائی ہے اور اجتماعیات اور اقتصادیات میں ایسے اصول بیان فرما دیئے ہیں جو رہتی دنیا تک بنی نوع انسان کے لئے مینارۂ نور ثابت ہوتے رہیں گے۔

تلاشِ رزق

اللہ سبحانہ، کا فرمان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(الجمعة : ۹ - ۱۰)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن اذان کہی جائے نماز کے لئے تو چل پڑا کرو اللہ کی یاد کی طرف اور خرید و فروخت چھوڑ دیا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو پھر جب نماز پوری ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو۔ اور اللہ کی روزی تلاش کرو، اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

حق سبحانہ، نے انسانوں کو اجازت عطا فرمائی کہ وہ مساعیٔ رزق کے سلسلے میں زمین میں جہاں چاہے جائیں اور اللہ کا رزق تلاش کریں اور اللہ کا فضل تلاش کر کے اس کا شکر ادا کریں اور ہر طرح کی معصیت اور نافرمانی سے مجتنب رہیں۔

اسلام نے زمین میں چلنے اور سفر کرنے اور راستوں سے گزرنے کے بعض آداب مقرر کیئے ہیں اور ان کو اعمال صالحہ قرار دیا ہے اور ان پر اجر بیان فرمایا ہے۔

مثلاً راستے کا ادب یہ بیان کیا گیا کہ راستے سے ایذا رساں چیزوں کو ہٹا دیا جائے تاکہ کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے ایک شخص کو جنت میں دیکھا جس کو اس عمل کی جزا میں جنت ملی تھی کہ اس نے راستے سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے والی شے ہٹائی تھی"

محدثین نے فرمایا ہے کہ لا الہ الا اللہ ایمان کے تمام درجات کو حاوی ہے۔

بہر حال زمین میں اللہ سبحانہٗ نے انسان کے لئے رزق پنہاں کیا ہے اور تمام کائنات میں ربِ حقیقی کی نشانیاں موجود ہیں اور خدائے عزوجل نے بنی نوع انسان کو تلاشِ رزق کے جملہ وسائل سے آگاہ کر دیا ہے اور اب بندگانِ خدا کا فریضہ ہے کہ ابنائے نوع کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی اور تقویٰ کے ساتھ رزق حاصل کریں۔

حدِ حرابہ

زمین کو آباد رکھنے بنی نوع انسان کی امن و سلامتی اور ان کے درمیان اخوت قائم کرنے کے لیئے اسلام نے متعدد ہدایات دی ہیں اور فرمایا ہے کہ مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ سے اور زبان سے دوسرے مسلمانوں کی جان و مال اور عزت محفوظ رہے۔

اسی مقصد کے لئے اسلام نے حدِ حرابہ مقرر کی ہے اور قصاص کا اصول مقرر کیا ہے جس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

(البقرۃ ۲، ۱۷۹)

اے اہل فہم (قانون) قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

اسلام امن و سلامتی کا نظام ہے اسلام محبت و آشتی کا دین ہے اور اسلام اسلامی معاشرے کے تمام افراد کو حریت اور مودّت و محبت کی ضمانت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ اللہ کی سنت یہ ہے کہ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ (فصلت : ۴۶)

جو کوئی نیک عمل کرتا ہے۔ وہ اپنے نفع کے لئے کرتا ہے اور جو کوئی بُرا عمل کرتا ہے اس کا بھی وبال اُس پر پڑے گا۔ اور آپ کا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا (ہرگز) نہیں۔

لیکن انسانوں میں سے بعض لوگ سخت دل اور قسی القلب ہوتے ہیں، اور خدا کی نعمتوں کو جائز طریقوں سے حاصل کرنے کے بجائے راہزنی کرتے ہیں اور لوگوں کو خوف میں مبتلا کرتے اور قتل و غارت کر کے معاشرے کی امن و سلامتی کو معرض خطر میں ڈال دیتے ہیں۔

قطاع طریق کی یہ جماعتیں راستوں کو ذریعۂ کسب بنانے کے بجائے انسانوں پر زیادتی اور ظلم کا وسیلہ بناتے ہیں اور حرث و نسل کی تباہی کا پیغام لاتے ہیں اور راستوں کو پرخطر بنا دیتے ہیں۔

بلکہ اس ترقی اور تہذیب کے دور میں راہزنی کے طور و طریقے بھی زیادہ قساوت کے حامل اور زیادہ ظلم و تعدی کے ذرائع بن گئے ہیں۔

کیا یہ مناسب و موزوں ہوگا کہ ان راہزنوں کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے یا یہ ضروری ہے کہ انہیں ان حرکتوں سے باز رکھنے کی سعی کی جائے اور معاشرے میں رزق حلال کے حصول کی ایسی ضمانتیں فراہم کی جائیں کہ کسی فسادی کے لئے کوئی وجہ فساد باقی نہ رہے اور جو اس کے باوجود فساد فی الارض کا مرتکب ہو اس کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے۔

راہزنی کی سزا

راہزنی کی سزا قرآن نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾

(المائدة : ۳۳-۳۴)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے میں لگے رہتے ہیں۔ انکی سزا بس یہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی دئے جائیں یا انکے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا وہ ملک سے نکال دئے جائیں۔ یہ تو ان کی رسوائی دنیا میں ہوئی اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ مگر جو لوگ توبہ کرلیں۔ قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ۔ تو جانے رہو کہ بیشک اللہ بڑا مغفرت والا ہے۔ بڑ رحمت والا ہے۔

انسانی معاشرے ایک جسم واحد کی طرح ہوتے ہیں، جسم کے ناکارہ عضو کو جسم سے علیحدہ کر دینا ضروری ہوتا ہے اور سرطان والے حصے کو کاٹ دینا ہی حقیقی علاج ہوتا ہے۔ اسی طرح معاشرے کے مجرم افراد کو معاشرے سے قطع کر دینا لازمی ہوتا ہے۔

ان مجرمین سے نرمی اور مہربانی کا سلوک ضعف و کمزوری ہے اور معاشرتی انحطاط پر رضامند ہوجانا ہے اور معاشرتی شکست وریخت پر ہتھیار ڈال دینا ہے۔

اسلام نے انسان کی جان و مال اور عزت پر اثر انداز ہونے والے بڑے بڑے جرائم کی سخت سزائیں مقرر کی ہیں تاکہ معاشرے کو محفوظ رکھا جاسکے اور امن و سلامتی کو برقرار رکھا جاسکے۔

ان سزاؤں پر اعتراض وہی لوگ کرسکتے ہیں جن کے دل میں روگ ہو اور جن کے مصالح مجرمین کی مصلحتوں سے ہم آہنگ ہوں!

قومیں اور معاشرے اپنی بقا اور دفاع کے لئے جنگیں لڑتے ہیں جن میں لاکھوں انسان موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں تو کیا اس قومی اور معاشرتی تحفظ کے لئے یہ ناگزیر نہیں ہے کہ مجرموں کو سخت سزائیں دی جائیں اور ان کا معاشرے سے استیصال کیا جائے، اور بجائے مجرموں کے لیے جیل خانے بنانے کے پرامن شہریوں کی رہائش کے لئے بستیاں بسائیں، اور اس اصول کو پیش نظر رکھیں کہ اسلام کی مقرر کردہ ایک حد جاری کرنے سے ایک جیل خانہ ختم ہوگا اور قیدیوں کی توبہ کا دروازہ کھلے گا۔

امر و نہی کے ترک کا انجام

امر و نہی اور ایمان

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایمان کی اساس اور اسلام کا بنیادی فریضہ ہے اور کسی شخص کو جسارت نہیں کرنی چاہیئے کہ محض دلیل باری سے وہ اس فریضہ کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرے کیونکہ فرمان الٰہی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ط

(آل عمران : ۱۱۰)

تم لوگ بہترین جماعت ہو۔ جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

امت کے متحد اور مضبوط ہونے کا پیمانہ ہی یہ ہے کہ افراد امت میں محبت و آشتی ہو اور ایمان اور وفا ہو اور تمام افراد امت معاشرے میں بھلائیوں کے پھیلانے اور نیکیوں کو فروغ دینے میں لگے ہوئے ہوں اور ان کی توجہات اس امر پر مرکوز ہوں کہ کس طرح برائیوں کا سدباب کیا جائے۔

اور اگر امت کے افراد بھلائیوں کے فروغ سے غافل ہو کر اپنی اپنی راہ چل رہے ہوں اور برائیوں پر سب نے خاموشی اختیار کر رکھی ہو اور شریعت کی خلاف ورزیوں میں لگے ہوئے ہوں تو یہ اس

بات کی دلیل ہے کہ امت کا وجود پارہ پارہ ہو چکا ہے۔

یہود پر لعنت

ا اللہ سبحانہ، نے اس سلسلے میں یہود کی مثال بیان فرمائی ہے۔

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ۝ کَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝ تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ فِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ وَ لَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِیِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ وَلٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (المائدہ ۵ : ۷۸ تا ۸۱)

بنی اسرائیل میں سے جنھوں نے کفر اختیار کیا۔ ان پر لعنت ہوئی داوٗدؑ اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے یہ اس لئے کہ انھوں نے (برابر) نافرمانی کی اور حد سے آگے نکل نکل جاتے تھے جو برائی انھوں نے اختیار کر رکھی تھی اس سے باز نہ آتے کیا بے جا تھا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔ آپ ان میں سے بہتوں کو دیکھیں گے کہ کفر کرنے والوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ کیسا بے جا ہے وہ جسے وہ اپنے آگے بھیج چکے ہیں۔ جس سے اللہ ان سے ناخوش ہوا۔ اور وہ لوگ عذاب میں ہمیشہ پڑے رہیں گے۔ اور اگر یہ لوگ ایمان لے آئیں اللہ اور (اس) نبی پر اور جو کچھ اس (نبی) پر نازل ہوا ہے اس پر، تو وہ ان لوگوں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں سے اکثر تو نافرمان ہی ہیں۔

حضرت داوٗدؑ اور حضرت عیسیٰ کی دعا کے نتیجے میں یہودیوں پر لعنت ہوئی اور ان کو

معصیتوں کا وبال ان پر پڑا اور قرآن نے ان کا ذکر تکبر سرکشی اور نافرمانی کی ایک بدترین مثال کے طور پر کیا۔

اصحاب سبت نے احکام الٰہی کی نافرمانی کی تو ان پر بھی عذاب نازل ہوا۔

وَاسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِى السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۛ كَذٰلِكَ ۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۗ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَـِٔيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ۝ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۗ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الاعراف ۱۶۳ تا ۱۶۷)

اور آپ ان سے اُس بستی (والوں) کی بابت دریافت کیجئے جو سمندر کے کنارہ تھی جب کہ وہ لوگ سبت کے بارہ میں (احکام سے) تجاوز کر رہے تھے۔ (اور) جبکہ ان کے سبت کے روز تو ان کی مچھلیاں ظاہر ہوتی تھیں اور جب سبت نہ ہوتا تو نہ آتیں۔ ہم نے ان کی آزمائش اس طرح سے کی اس لئے کہ وہ نافرمانی کر رہے تھے اور جبکہ ان میں سے ایک جماعت نے کہا، تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کئے جاتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں (کسی اور) سخت عذاب میں گرفتار کرنے والا ہے وہ بولے اپنے پروردگار کے روبرو عذر کرنے کے لئے اور شاید کہ یہ لوگ تقویٰ اختیار کر لیں۔ پھر جب وہ بھولے ہی رہے اُس چیز کو جو انہیں یاد دلائی گئی تھی تو ہم نے ان

لوگوں کو بچالیا جو بُری بات سے روکا کرتے تھے اور جو لوگ ظلم کرتے تھے انہیں ہم نے ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا۔ اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے رہتے تھے۔ پھر جب وہ اس چیز کی حد سے نکل گئے جس سے وہ روکے گئے تھے ہم نے اُن سے کہہ دیا تھا کہ ذلیل بندر بن جاؤ اور وہ وقت یاد کرو جبکہ آپ کے پروردگار نے یہ جتلا دیا کہ وہ ان (یہود) پر قیامت کے دن تک کسی ایسے کو مسلط رکھے گا جو انہیں سزائے شدید میں مبتلا رکھے گا۔ بیشک آپ کا پروردگار بہت جلد سزا دینے والا ہے بیشک وہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحمت والا ہے۔

صاحب مائدہ پر اسطرح عذاب نازل ہوا۔

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ○ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَّأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِينَ ○ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِينَ ○ قَالَ اللّٰهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّيٓ أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّآ أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِينَ ○ (المائدہ ۱۱۲ تا ۱۱۵)

اور (وہ وقت قابل ذکر ہے) جب حواریوں نے کہا اے عیسٰیؑ بن مریمؑ۔ کیا آپ کا پروردگار اس کو جائز رکھتا ہے کہ ہم پر کھانا آسمان سے اتارے۔ (اس پر عیسٰیؑ نے) کہا کہ اللہ سے ڈرو! اگر ایمان رکھتے ہو وہ لوگ بولے ہم تو بس یہ چاہتے کہ اس میں سے کھائیں اور اپنے دلوں کو مطمئن کرلیں۔ اور یقین کرلیں کہ آپ ہم سے سچ بولے ہیں۔ اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں۔ عیسٰی ابن مریمؑ نے دعا کی کہ اے اللہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ایک خوان (طعام)

آسمان سے ایسا اتار دے کہ وہ ہمارے لئے (یعنی) ہم میں سے اگلوں اور پچھلوں کے لئے ایک جشن بن جائے۔ اور تیری طرف سے ایک نشان ہو جائے تو ہمیں عطا کر اور تو ہی بہترین عطا کرنے والا ہے۔ اللہ نے فرمایا وہ کھانا ضرور تم پر اتاروں گا لیکن پھر جو کوئی تم میں سے کفر اختیار کرے گا۔ اسے سزا بھی وہ دوں گا کہ وہ سزا دنیا والوں میں سے کسی کو بھی نہ دوں گا۔

قرآن کریم میں بڑے جابر اور سرکش اقوام کا ذکر ہے۔ جنہوں نے رسولوں کی نصیحتوں پر کان نہیں دھرا اور گناہوں کے گرداب میں گھر کر رہ گئے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۝ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَ تَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ وَ فِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَ قَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ۝ وَ فِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۝ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۝ وَ فِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ۝ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۝ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ وَ السَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ وَ الْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۝ وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ

لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ ۖ إِنِّي لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ كَذٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ۝ أَتَوَاصَوْا بِهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنتَ بِمَلُومٍ ۝ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ۝ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا مِّثْلَ ذَنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝ (الذّٰریٰت: ۳۱ تا ۶۰)

(ابراہیم نے) کہا (اچھا) تمہیں کیا بڑی مہم درپیش ہے۔ اے آسمانی قاصدو! وہ بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم ان پر کھنگر کے پتھر برسائیں۔ جن پر آپ کے پروردگار کے پاس نشان خاص بھی پڑے ہوئے ہیں۔ حد سے نکل جانے والوں کے لیئے، تو ہم نے جتنے اہل ایمان تھے ان کو وہاں سے الگ کر دیا۔ سو ہم نے وہاں بجز مسلمانوں کے ایک گھر کے (کوئی گھر مسلمانوں کا) نہ پایا اور ہم نے اس واقعہ میں ایک نشانی ان لوگوں کے لئے رہنے دی جو عذاب دردناک سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور موسیٰ (کے قصہ) میں بھی (نشانی ہے) جبکہ ہم نے انہیں فرعون کے پاس بھیجا ایک کھلی ہوئی دلیل دے کر لیکن اُس نے اپنی قوت (کے زعم) میں سرتابی کی اور کہنے لگا یہ ساحر یا مجنون ہیں تو ہم نے اُس کو اور اُس کے لشکر کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا۔ اور وہ تھا ہی قابل ملامت اور عاد (کے قصہ میں بھی عبرت ہے) جبکہ ہم نے ان پر نامبارک آندھی بھیجی جس چیز پر بھی گذرتی تھی۔ اُسے ایسا کر چھوڑتی تھی

جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور ثمود (کے قصہ میں بھی عبرت ہے) جبکہ ان لوگوں سے کہا گیا کہ کچھ دن اور چین کر لو۔ پر انھوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔ سو انہیں عذاب نے آلیا۔ اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے تھے۔ سو نہ تو وہ کھڑے ہی ہو سکے اور نہ (ہم سے) بدلہ ہی لے سکے اور (ان سے) بہت پہلے قوم نوح (کا بھی یہی حال ہو چکا تھا) وہ بڑے نافرمان لوگ تھے۔ اور ہم نے آسمان کو دستِ قدرت سے بنایا۔ اور ہم وسیع القدرت ہیں۔ اور زمین کو ہم نے فرش بنایا۔ سو ہم کیسے اچھے بچھانے والے ہیں۔ اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم کی بنایا۔ تاکہ تم سمجھو۔ پس تم اللہ ہی کی طرف دوڑو میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود مت قرار دو۔ میں تمہارے لئے اس کی طرف سے کھلا ہوا ڈراتے والا ہوں۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گذرے ہیں۔ ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جسے انہوں نے ساحر یا مجنون نہ کہا ہو۔ کیا اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے آئے ہیں؟ نہیں بلکہ یہ لوگ (سب کے سب) ہوئے ہی سرکش ہیں۔ تو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے کیوں کہ آپ پر کوئی الزام نہیں اور انہیں سمجھاتے رہیئے۔ کیوں کہ سمجھانا نفع دیتا ہے ایمان والوں کو، اور میں نے جنات اور اور انسان کو پیدا ہی اسی غرض سے کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔ میں ان سے نہ روزی چاہتا ہوں۔ اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلایا کریں۔ اللہ تو خود ہی سب کو روزی پہنچانے والا ہے۔ قوت والا ہے۔ مضبوط ہے سو جو یہ ظالم لوگ ہیں ان کی بھی باری ہے جیسے ان کے ہم مشربوں کی باری تھی، سو یہ لوگ مجھ سے جلدی طلب نہ کریں۔ غرض ان

کافروں کے لئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہے۔ جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں گناہوں اور معصیتوں کی جو دنیاوی عذاب اور سزائیں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہیں۔

طوفان۔ بجلی کی کڑک، آندھی، مسخ اور زمین میں دھنس جانا۔

اللہ سبحانہ' نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل امت محمدیہ کو دنیا کے اس طرح کے عذاب سے محفوظ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ (الانفال: ۳۳)

حالانکہ اللہ ایسا نہیں کرنے کا کہ انہیں عذاب دے اس حال میں کہ آپ ان میں موجود ہوں۔ اور نہ اللہ ان پر عذاب لانے کا ہے اس حال میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔

لیکن معنوی طور پر امت محمدیہ کے افراد طوفان معاصی میں غرق ہوئے ہیں، احساسات و جذبات پر آندھیاں چلیں اور وہ مردہ ہو کر رہ گئے، گناہوں کے گرداب بلا میں مساعی رائگاں ہوتی رہیں اور درک اسفل میں خسف اور مسخ کر دیا گیا۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ۝ (النسآء: ۱۴۵)

یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے اور تو ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

یہ بھی خسف اور مسخ ہی ہے کہ گناہگار بہائم کے درجے میں آجاتے ہیں۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ (الانفال ۲۲، ۲۳)

"بدترین حیوانات اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے ذرا کام نہیں لیتے اور اگر ان میں سے کسی خوبی کا علم اللہ کو ہوتا تو وہ انھیں سنوا دیتا اور اگر اب وہ انھیں سنوا دے تو یہ ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔"

خنزیر کی صورت میں معنوی مسخ بھی موجود ہے کہ خنزیر میں غیرت و شرم نہیں ہوتی اور وہ طبعاً گندگی اور آلودگی کو پسند کرتا ہے اور بعض لوگ بھی ایسے موجود ہیں جو غیرت و شرم سے عاری اور ہر برائی کی جانب طبعی میلان رکھتے ہیں۔ مغربی تہذیب کے حامل کچھ لوگ اپنی بیویوں کیساتھ رقص گاہوں میں جاتے ہیں اور نائونوش اور رقص و سرود میں رات گذارتے ہیں۔ حالانکہ فرمان نبوت ہے کہ

"ہر لہو حرام ہے ماسوا گھوڑے کی سواری، تیر اندازی اور اپنی بیوی سے تفریح کے"،

ہمارے پیش نظر امر و نہی کا فریضہ دینی موجود ہے اور معاشرہ میں ہر نوع کے منکرات موجود ہیں اور حسد و نفرت چھائے ہوئے ہیں اور نفسا نفسی کا عالم ہے اور انسان انسان کو کھا رہا ہے..... ظاہر ہے کہ اس معاشرے کا اس معاشرے سے کوئی موازنہ نہیں کیا جا سکتا جس میں محبت و ایثار غالب ہو اور جس میں اسلامی شریعت جاری ہو۔

عصر نبوت میں امر و نہی کی اعلیٰ مثالیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر و نہی پر سختی سے عمل فرماتے چنانچہ یہاں تک فرمایا کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں، اور غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں سے آپؐ نے تربیت اور تادیب کا جو سلوک فرمایا وہ امر و نہی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

حضرت کعب بیان فرماتے ہیں کہ ماسوا غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی

غزوہ سے پیچھے نہیں رہا، علاوہ بریں میں غزوۂ بدر میں بھی شریک نہیں ہوا تھا لیکن اس پر آپؐ نے کسی پر عتاب نہیں فرمایا تھا۔

غزوہ بدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی قافلۂ قریش کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور لشکر قریش سے اچانک مقابلہ درپیش آگیا تھا۔ میں اس سے قبل عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا اور ہم نے اسلام پر آپؐ سے میثاق کیا تھا اور مجھے تو لیلۃ العقبہ جنگ بدر کے مقابلے میں زیادہ عزیز ہے اگرچہ جنگ بدر کو لوگوں میں زیادہ شہرت اور فضیلت حاصل ہے اور جنگ تبوک میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تبوک کے وقت میں میری حالت بہت اچھی تھی، خدا گواہ ہے کہ اس سے قبل میرے پاس دو سواریاں کبھی جمع نہیں ہوئی تھیں مگر اس غزوہ میں دو سواریوں کا مالک بن گیا۔ اس کے علاوہ آنحضرتؐ کا یہ دستور تھا کہ جب کہیں جنگ کا خیال کرتے تو صاف صاف نشان اور پتہ نہیں بتاتے بلکہ کچھ گول مول الفاظ میں ظاہر کرتے تھے تاکہ کوئی دوسرا مقام سمجھتا رہے۔

غرض جب لڑائی کا وقت آیا تو گرمی بہت شدید راستہ طویل اور بے آب و گیاہ تھا۔ دشمن کی تعداد زیادہ تھی لہذا آپؐ نے مسلمانوں کو پورے طور پر آگاہ کر دیا کہ ہم تبوک جا رہے ہیں تاکہ تیاری کر لیں۔ اس وقت آپؐ کے ساتھ کثیر تعداد میں مسلمان موجود تھے مگر کوئی ایسی کتاب وغیرہ نہیں تھی کہ اس میں سب کے نام لکھے ہوتے۔

کوئی مسلمان ایسا نہیں تھا جو اس لڑائی میں شریک ہونا نہ چاہتا مگر ساتھ ہی یہ خیال بھی کرتے تھے کہ کسی کی غیر حاضری آنحضرتؐ کو اس وقت تک نہیں معلوم ہو سکتی جب تک کہ وحی نہ آئے، غرض آپؐ نے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں اور یہ وہ وقت تھا جب کہ میوہ پک رہا تھا اور سایہ میں بیٹھنا اچھا معلوم ہوتا تھا۔

سب تیاریاں کر رہے تھے مگر میں ہر صبح کو یہی سوچتا تھا کہ میں تیاری کر لوں گا کیا جلدی ہے میں تو ہر وقت تیاری کر سکتا ہوں۔ اسی طرح دن گزرتے رہے۔ ایک روز صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم روانہ ہو گئے، میں نے سوچا کہ میں ایک دو روز میں تیاری کر کے شامل ہو جاؤں گا۔ غرض دوسری صبح میں نے تیاری کرنی چاہی مگر نہ ہو سکی اور میں یونہی رہ گیا، تیسرے روز بھی یہی ہوا اور پھر میرا بار بار یہی حال ہوتا رہا۔ اب سب لوگ بہت دور نکل چکے تھے۔ میں نے کئی مرتبہ قصد کیا کہ آپ سے جا کر مل جاؤں مگر تقدیر میں نہ تھا کاش میں ایسا کر لیتا۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے جانے کے بعد میں جب مدینہ میں چلتا پھرتا تو مجھے یا منافق نظر آتے یا وہ نظر آتے جو کمزور ضعیف اور بیمار تھے۔ مجھے بہت افسوس ہوتا تھا۔

آپ نے مجھے راستے میں کہیں بھی یاد نہیں فرمایا البتہ تبوک پہنچ کر آپؐ نے استفسار فرمایا کعب بن مالک کہاں ہیں؟ بنی سلمہ کے ایک صاحب عبد اللہ بن انیس نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ تو اپنے حسن و جمال پر ناز کرنے کی وجہ سے رہ گئے ہیں۔ اس پر معاذ بن جبل نے کہا کہ تم نے کوئی اچھی بات نہیں کہی، خدا کی قسم ہمارے اللہ کے رسول، ہم تو انہیں اچھا آدمی جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو میں سوچنے لگا کہ کوئی ایسا حیلہ بہانہ ہاتھ آئے جو مجھے آپ کی ناراضگی سے بچا سکے پھر میں اپنے گھر کے سمجھدار لوگوں سے مشورہ کرنے لگا کہ اس سلسلہ میں تم بھی کچھ سوچو۔ مگر جب یہ معلوم ہوا کہ آپؐ مدینہ کے قریب تشریف لے آئے ہیں تو میرے دل سے اس حیلہ کا خیال دور ہو گیا اور میں نے یقین کر لیا کہ میں جھوٹ بول کر آپؐ کی ناراضگی سے نہیں بچ سکتا۔

صبح کو آپؐ مدینہ منورہ تشریف لے آئے آپؐ کا طریقہ یہ تھا کہ جب سفر سے واپس تشریف لے آتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نفل ادا فرماتے۔

اب جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انھوں نے آکر اپنے اپنے عذر بیان کرنے شروع کر دیئے اور قسمیں کھانے لگے یہ لوگ اسّی سے کچھ زیادہ تھے۔ آپؐ نے ان کے عذر قبول کر لیے اور ان سے دوبارہ بیعت لی اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کے دلوں کی نیتوں کو خدا کے

حوالے کر دیا۔

میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپؐ نے ناراضگی آمیز تبسم کے ساتھ جواب دیا اور فرمایا۔ آؤ۔ میں سامنے جا کر بیٹھ گیا، آپؐ نے استفسار فرمایا کہ تم کیوں پیچھے رہ گئے تھے حالانکہ تم نے تو سواری کا بھی انتظام کر لیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپؐ کا فرمانا درست ہے اگر کوئی ہوتا تو ممکن تھا کہ بہانہ کر کے چھوٹ جاتا کیونکہ میں خوب بول سکتا ہوں، مگر خدا گواہ ہے کہ اگر میں نے جھوٹ بول کر آپؐ کو راضی کر لیا تو کل اللہ تعالٰے آپؐ کو مجھ سے ناراض کر دے گا، اس لئے میں سچ ہی بولوں گا، چاہے آپؐ مجھ پر غصہ ہی کیوں نہ فرمائیں۔ آئندہ کو تو خدا کی مغفرت اور بخشش کی امید رہے گی، خدا کی قسم میں قصور وار ہوں حالانکہ دولت میں کوئی بھی میرے برابر نہیں ہے مگر میں یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی شریک نہ ہو سکا، آپؐ نے فرمایا کہ کعب نے صحیح صورت بیان کر دی۔ اچھا جاؤ اور اپنے حق میں خدا کے حکم کا انتظار کرو۔

میں اٹھ کر چلا تو بنی سلمہ کے لوگ میرے ساتھ ہو لئے اور کہنے لگے کہ ہم نے تو اب تک تمہارا کوئی گناہ نہیں دیکھا ہے تم بھی دوسرے لوگوں کی طرح آپؐ کے سامنے کوئی بہانہ کر دیتے حضور کی دعا مغفرت کے لئے کافی ہوتی لوگ مجھے سمجھاتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ میں واپس آپؐ کے پاس جاؤں اور پہلی بات کو غلط ثابت کر کے کوئی بہانہ کر دوں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا کوئی اور بھی ہے جس نے میری طرح اپنے گناہ کا اعتراف کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں دو آدمی اور ہیں جنہوں نے اقرار کیا ہے اور آنحضرتؐ نے ان سے بھی وہی فرمایا ہے جو تم سے ارشاد کیا ہے، میں نے ان کے نام پوچھے تو انہوں نے مرارۃ بن ربیع عمروی اور ہلال بن امیر واقفی کے نام لئے جو دونوں نیک آدمی تھے اور جنگ بدر میں موجود تھے۔ ان دونوں کا نام سن کر مجھے اطمینان ہوا اور میں چل دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا کہ ان تین افراد سے کوئی کلام نہ کرے جب کہ دوسرے بہانہ کرنے والوں کے بارے میں یہ حکم نہیں تھا۔ لوگ ہم سے الگ تھلگ

ہو گئے اور ہم ایسے ہو گئے جیسے ہمیں کوئی جانتا ہی نہ تھا گویا زمین و آسمان بدل گئے ہیں۔

غرض پچاس راتیں اسی حال میں گزر گئیں۔ میرے دونوں ساتھی گھر میں بیٹھ رہے لیکن میں ہمت والا تھا۔ نکلتا رہا اور نماز جماعت میں شریک ہوتا۔ بازار وغیرہ جاتا مگر مجھ سے کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ میں آپؐ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا آپؐ مصلے پر تشریف فرما ہوتے میں سلام کرتا اور مجھے ایسا محسوس ہوتا کہ آپؐ کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ شاید سلام کا جواب دے رہے ہیں پھر میں آپؐ کے قریب ہی نماز پڑھنے لگتا مگر نظریں بچا کر آپؐ کو دیکھتا بھی رہتا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ جب میں نماز میں ہوتا تو آپ مجھے دیکھتے اور جب میری نظر ملتی تو آپؐ اعراض کر لیتے اس حالت میں مدت گزر گئی اور میں لوگوں کی اس بے رخی سے عاجز آ گیا اور اپنے چچا زاد بھائی ابو قتادہ کے باغ میں آیا، ان سے مجھے بہت محبت تھی میں نے انہیں سلام کیا۔ انھوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا کہ اے ابو قتادہ تو جانتا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوں، وہ خاموش رہے میں نے پھر قسم کھا کر یہی بات کہی مگر جواب ندارد، میں نے تیسری مرتبہ یہی کہا تو انھوں نے کہا کہ اللہ اور رسولؐ کو خوب معلوم ہے، میرے آنسو آ گئے اور میں پلٹ آیا۔

ایک دن میں بازار میں جا رہا تھا کہ ایک شام کا رہنے والا نصرانی کسان آیا وہ لوگوں سے میرا پتہ معلوم کر رہا تھا لوگوں نے اسے میرے بارے میں بتلایا۔ وہ نصرانی میرے پاس آیا اور غسان کے نصرانی بادشاہ کا خط مجھے دیا جس میں تحریر تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے رسولؐ تم پر بہت زیادتی کر رہے ہیں تم بہت کام کے آدمی ہو میرے پاس آ جاؤ، ہم تم کو بہت آرام سے رکھیں گے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ دوہری آزمائش ہے اور پھر اس خط کو تنور میں ڈال دیا۔

ابھی چالیس راتیں گزری تھیں اور دس باقی تھیں کہ آپ کے قاصد خزیمہ بن ثابت نے آ کر مجھ سے کہا کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے الگ رہو، میں نے کہا کیا مطلب ہے طلاق دیدوں یا کچھ اور، انھوں نے کہا کہ بس جدا رہو۔ قربت نہ اختیار کرو، میرے دونوں ساتھیوں کو بھی یہی حکم دے دیا گیا۔

میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اپنے گھر چلی جاؤ۔ جب تک اللہ فیصلہ نہ فرما دے۔ بعد ازاں ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہؐ کی خدمت میں آئی اور اس نے عرض کی اے اللہ کے رسول، ہلال بن امیہ بہت بوڑھے ہیں ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے اگر میں اس کی خدمت کر دوں تو کوئی حرج تو نہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ تمہاری قربت اختیار نہ کرے۔ انہوں نے کہا کہ حضور اس میں تو خواہش ہی نہیں ہے وہ تو اس معاملہ کے بعد سے آج تک رو ہی رہا ہے۔

مجھ سے میرے عزیزوں نے کہا کہ تم بھی آپؐ سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت لے لو تاکہ وہ تمہاری خدمت کر سکے جس طرح ہلال کی بیوی کو اجازت مل گئی ہے۔ میں نے کہا قسم بخدا میں ایسا نہیں کر سکتا کیا خبر آپؐ کیا جواب دیں پھر میں جوان بھی ہوں۔

اس کے بعد باقی دس راتیں بھی گزر گئیں اور اس ممانعت کلام کے بعد پچاس راتیں پوری ہو گئیں۔ پچاسویں رات کی صبح کو میں نے نماز پڑھی، اور گھر کے باہر بیٹھ گیا اور یہ محسوس ہوتا تھا کہ زندگی اجیرن ہو گئی ہے اور زمین باوجود وسعت کے سکڑ گئی ہے۔ اتنے میں کوہ سلع سے کسی پکارنے والے نے کہا کہ اے کعب تمہیں بشارت ہو، میں یہ سنکر سجدے میں گر گیا اور میں نے یہ جان لیا کہ کوئی فراخی آ گئی ہے اور رسول اللہؐ نے نماز فجر کے بعد لوگوں سے ہماری توبہ قبول ہو جانے کے بارے میں ارشاد فرمایا، لوگ ہمیں مبارکباد دینے آنے لگے۔ میرے ساتھیوں کو بھی لوگ مبارک باد دینے گئے ایک صاحب گھوڑے پر میرے پاس آئے اور بنی اسلم کا ایک شخص سلع پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اس کی آواز جلد ہی میرے کانوں تک پہنچ گئی میں نے خوش ہو کر اپنے دونوں کپڑے اسے دے دیئے اور اس وقت ان دو کپڑوں کے علاوہ میرے پاس اور کپڑے نہیں تھے۔ میں نے مانگ کر کپڑے پہنے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں جانے لگا۔

راستہ میں لوگوں کا ایک ہجوم تھا، جو مجھے مبارک باد دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہ انعام الٰہی مبارک ہو میں مسجد میں پہنچا، آپؐ تشریف فرما تھے اور دوسرے لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ طلحہ بن عبید اللہ مجھے دیکھ کر دوڑے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ مہاجرین میں سے یہ سلوک صرف

طلحہ نے کیا اور میں ان کا یہ احسان نہ بھولوں گا۔

جب میں نے آپؐ کو سلام کیا آپؐ کا چہرہ مسرت سے دمک رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے کعب یہ دن تمہیں مبارک ہو جو سب سے اچھا ہے تمہاری پیدائش سے لے کر آج تک میں نے عرض کی حضورؐ یہ معافی اللہ کی طرف سے ہوئی ہے یا آپؐ کی طرف سے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کیطرف سے۔ آپؐ جب خوش ہوتے تو چہرۂ انور چاند کی طرح روشن ہو جاتا تھا اور ہم آپؐ کے اس طریقہ ابتہاج سے آشنا تھے میں نے آپؐ کے سامنے بیٹھ کر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول میں اپنی اس توبہ کی قبولیت کی خوشی میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے خیرات کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا، تھوڑا کرو اور کچھ اپنے لئے بھی رکھو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں اپنا خیبر کا حصہ نذر کرتا ہوں۔ پھر میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسولؐ میں نے سچ بولنے کی وجہ سے نجات پائی ہے اب میں تمام زندگی سچ ہی بولوں گا۔ خدا کی قسم، میں نہیں کہہ سکتا کہ سچ بولنے کی وجہ سے کسی پر ایسی مہربانی ہوئی ہو جیسی مجھ پر ہوئی ہے، میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ سچ بولا تھا پھر کبھی جھوٹ نہیں بولا اور امید کرتا ہوں کہ زندگی بھر خدا جھوٹ سے بچائے گا۔

اس توبہ کی قبولیت کے بارے میں اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۠ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

(التوبۃ: ۱۱۷ تا ۱۱۹)

بیشک اللہ نے نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی۔ جنہوں نے نبی کا ساتھ تنگی کے وقت میں دیا۔ بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا۔ پھر اللہ نے ان لوگوں پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی بیشک وہ ان کے حق میں بڑا شفیق ہے۔ بڑا رحمت والا ہے اور ان تینوں پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب زمین ان پر باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی۔ اور وہ خود اپنی جانوں سے تنگ آگئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اُسی کی طرف کے۔ پھر اُس نے ان پر رحمت سے توجہ فرمائی۔ تاکہ وہ رجوع کرتے رہا کریں۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ بڑا رحمت والا ہے۔

کعب بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم قبول اسلام کے بعد اس سے بڑھ کر میں نے کوئی انعام و احسان نہیں دیکھا کہ آپؐ کے سامنے مجھے سچ بولنے کی توفیق دے کر ہلاک ہونے سے بچا لیا گیا ورنہ دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی تباہ اور ہلاک ہو جاتا تاکہ ان کے بارے میں یہ وحی نازل ہوئی۔

سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝

(التوبہ ۹۵-۹۶)

عنقریب یہ لوگ تمہارے سامنے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے اللہ کی قسم کھائیں گے تاکہ تم انکو انکی حالت پر چھوڑے رہو۔ سو تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑے رہو بیشک یہ گندے ہیں۔ اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلہ میں اس کے جو کچھ وہ کرتے

رہے۔ یہ تمہارے سامنے قسمیں اس لئے کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ سو اگر تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو اللہ (تو) نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔

کعب بیان کرتے ہیں کہ اس طرح ہم تینوں ان منافقین سے علیحدہ رہے جنہوں نے جھوٹے بہانے کیے اور حلف اٹھاتے اور آپؐ نے ان کی بات کو قبول فرما لیا اور ان سے بیعت لے لی اور دعائے مغفرت فرما دی۔ مگر ہمارا معاملہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا

اس آیت میں پیچھے رہنے سے مراد بہانے بنانے اور حلف اٹھانے سے پیچھے رہنا مراد ہے یہ ہے اثر صدق اور اثر کذب جو ایک ابھرتے ہوئے طاقتور معاشرے میں ظاہر ہوا اور جس کو قرآن نے پوری تفصیل سے بیان کیا۔

منکرات سے لوگوں کا عدم احتراز

حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر اس کے بعد، پھر اس کے بعد۔ اور ازاں بعد ایسے لوگ آئیں گے جو شہادت دیں گے اور ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی خیانت کریں گے اور ان کی امانت پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، جو نذر کریں گے اور اسے پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا رونما ہو جائے گا۔

معاشروں کی تباہی اور بربادی کا اصل باعث اخلاقی امراض بنتے ہیں اور قوموں کی زندگیوں میں روحانی بیماریاں مہلک ثابت ہوتی ہیں کیونکہ قومی وجود اور معاشرتی اساس میں اخلاقی بنیادیں اور روحانی اساسیات ہی اس کی بقاء کی ضامن ہوتی ہیں۔ اگر یہ بنیادیں موجود نہ ہوں تو معاشرہ روبہ انحطاط ہو جاتا ہے اور قومیں زوال آشنا ہو جاتی ہے۔

آپؐ نے لشکر جمع فرمایا تاکہ رومیوں سے جنگ فرمائیں اور تبوک کی جانب روانہ ہوں، اس حالت جنگ میں بھی آپؐ نے اپنے اصحاب کی تربیت فرمائی اور انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

فرمائی۔ اور اس لشکر کی تربیت فرمائی جو دین اور عقیدہ کے تحفظ کے لئے برسر جہاد تھی تاکہ متردد اور پست اخلاق اور کمزور عقیدہ لوگ اس لشکر سے علیحدہ ہو جائیں۔

یہی اسوۂ حسنہ ہر دور کے مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

آغاز زوال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

بنی اسرائیل کے زوال کا آغاز اس طرح ہوا کہ جب ان میں سے کوئی دوسرے سے ملتا اور اسے کوئی برا کام کرتے دیکھتا تو اسے منع کرتا اور خدا سے ڈراتا لیکن کچھ عرصہ کے بعد ان کی یہ روش ہو گئی کہ کسی کو کچھ نہ کہتے جس سے ان سب کے قلوب ایک جیسے ہو گئے۔ چنانچہ ان کی حالت اللہ سبحانہٗ فرماتے ہیں۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

(المائدۃ: ۷۸ تا ۸۱)

بنی اسرائیل میں سے جنھوں نے کفر اختیار کیا، ان پر لعنت ہوئی۔ داؤد اور عیسےٰ ابن مریم کی زبان سے، یہ اس لئے کہ انہوں نے برابر نافرمانی کی اور حد سے آگے نکل جاتے تھے جو برائی انہوں نے اختیار کر رکھی تھی، اس سے باز نہ آتے تھے۔ کیسا برا تھا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔ آپ ان میں سے بہتوں کو دیکھیں گے کہ کفر کرنے والوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ کیسا برا ہے وہ جسے وہ اپنے آگے بھیج چکے ہیں۔ جس سے اللہ ان

سے ناخوش ہوا اور وہ لوگ عذاب میں ہمیشہ پڑے رہیں گے اور اگر یہ لوگ ایمان لے آئیں اللہ اور (اس) نبی پر اور جو کچھ اس (نبی) پر نازل ہوا ہے اس پر، تو وہ ان لوگوں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں سے اکثر تو نافرمان ہی ہیں۔

ازاں بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم ضرور امر بالمعروف کرتے رہو گے اور ضرور نہی عن المنکر کرتے رہو گے اور ظالم کا ہاتھ پکڑتے رہو گے اور حق کا پرچار کرتے رہو گے اور حق پر جمے رہو گے، ورنہ تمہارے قلوب بھی اسی طرح ایک جیسے ہو جائیں گے اور تم پر بھی یہود کی طرح لعنت کی جائے گی۔

جب اہل ہوئی پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے تو وہ آدمیت اور انسانیت کے زمرے سے خارج ہو جاتے ہیں کہ اللہ کی لعنت غضب کی حامل ہوتی ہے اور اس میں دھتکار ہوتی ہے!

اس لعنت سے بچنے کا طریقہ عمل صالح ہے کہ جیسطرح برے اعمال سے ایمان میں کمی آتی ہے۔ اسی طرح اعمال صالحہ سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اچھائیوں کے فروغ اور برائیوں کے سد باب کی مساعی کرتے رہیں اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کرتے رہیں اور ان مساعی میں ہونے والی زحمتوں اور تکالیف پر صبر کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہیں۔

فرمان الٰہی ہے۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

(العصر: ۱ تا ۳)

قسم ہے زمانہ کی، کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے۔ مگر وہ لوگ نہیں جو ایمان لائے اور جنھوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو فہمائش کرتے رہے حق کی اور ایک دوسرے کو فہمائش کرتے رہے پابندی کی۔

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ کسی مسلمان کا یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ وہ اللہ کے احکام پر اگر عمل کر رہا ہے تو کافی ہے اور وہ دوسرے لوگوں کے سلسلے میں جوابدہ نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اگر کسی

شخص کو منکر کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھے اور اسے منع نہ کرے تو وہ گناہگار ہوگا اور اگر من حیث الجماعت اس کام کو ترک کر دیا جائے تو پوری قوم اللہ کے غضب کی شکار ہوگی۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پوری امت پر فرض ہے اور اس فرض کی ادائیگی حکمرانوں، علماء اساتذہ، والدین اور معاشرے کے تمام افراد پر اپنے اپنے دائرے میں عائد ہے۔ حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ حدود جاری کریں۔ علماء کا کام ہے کہ اوامر و نواہی کو بیان کریں، اساتذہ اور والدین کا فرض ہے کہ وہ تعلیم و تربیت کریں۔ لیکن اگر امت کے تمام افراد اور تمام طبقے سکوت اختیار کر لیں اور امر و نہی کے فرائض انجام نہ دیں تو پھر تمام افراد سزائے الٰہی سے دوچار ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم یہ آیت پڑھتے رہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ

اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر لوگ ظالم کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ انہیں عذاب میں ماخوذ کرے۔

اسلامی معاشرے کی جھلکیاں

قرآنی حکم کے مطابق امت مسلمہ میں ہر دور ایسی جماعتیں موجود رہی ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض انجام دیتی رہیں، اور مسلمانوں کو اس امر کی دعوت دیتی رہیں کہ وہ جاہلیت کے طرز زندگی کو ترک کر کے اسلام کے طرز زندگی کو اختیار کریں اور اخلاق نبوت کو اپنا شعار بنائیں۔

یہ جماعتیں ہر دور میں ایمان اور اسلام کی جانب دعوت دیتی رہیں اور اصول دین اور اخلاق اسلام کو اختیار کرنے کی ترغیب دیتی رہیں اور حاملین دعوت اس راستے میں مال و جان کی قربانیاں دیتے رہے اور اخلاص عمل کی روشن مثالیں قائم کرتے رہے۔

انہی مبلغین اسلام کی مساعی سے اسلام کی اشاعت ہوتی رہی اور مساجد قائم ہوتی رہیں اور تمام دنیا کے مسلمانوں میں یہ تصور کارفرما رہا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک امت ہیں، ان کا دین بھی ایک ہے ان کا رسول بھی ایک ہے ان کا قبلہ بھی ایک ہے ان کا قرآن بھی ایک اور ان کا خدا بھی ایک ہے۔

مسجد کی مرکزیت

احیائے اسلام کی مساعی میں مسجد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو انصار آپ کے استقبال کے لئے مدینہ منورہ کے باہر تشریف لائے، اور ہر صحابی یہ چاہتا تھا کہ آنحضرت کی مہمان نوازی کا شرف حاصل کرے۔ آپ نے فرمایا میری اونٹنی کو اللہ کی جانب سے حکم مل چکا ہے۔ چنانچہ جہاں اونٹنی بیٹھ گئی آپ نے فرمایا کہ یہی اترنے کا مقام ہے، یہ زمین سہل اور سہیل کی تھی،

انہوں نے فرمایا کہ یارسول اللہ ہم یہ زمین آپ کو ہبہ کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا، ہم اسے قیمتاً لیں گے اور اس زمین پر آپؐ نے مسجد تعمیر فرمائی تاکہ یہ مسجد مسلمانوں کی جامع اور اشاعت اسلام کا مرکز بنے۔

صحابۂ کرام ہر نماز میں مسجد میں موجود ہوتے۔ جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا، تو آپؐ کی جانب سے لوگوں میں یہ اعلان کیا جاتا کہ الصلوٰۃ جامعۃ اور آپؐ نماز کے بعد خطبہ دیتے اور معاملہ کی نوعیت بیان فرماتے۔

آپؐ مسجد میں ملاحظہ فرماتے کہ کوئی شخص غیر موجود تو نہیں۔ اگر کوئی بیمار ہوتا تو آپؐ اس کی عیادت فرماتے، اگر کوئی محتاج ہوتا تو آپؐ اس کی ضرورت پوری فرماتے۔ غرض مسجد نورِ علم، رحمت اور حسن سلوک کا مرکز تھی اور مسلمانوں کے تمام معاملات مسجد ہی میں طے کیئے جاتے تھے۔

مسجد ہی میں جنگی حکمت عمل مرتب کی جاتی اور جب آپؐ جہاد سے تشریف لاتے تو مسجد میں اللہ کی رحمت و توفیق پر اس کا شکر ادا کرتے اور مسجد میں ہر وقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درس جاری رہتے اور فقہا صحابہ اور مفسرین صحابہ مسجد ہی میں یہ علوم حاصل کرتے تھے۔

امر و نہی کی اساس

امر و نہی کی اصل اساس یہ ہے کہ فرائض پورے کیئے جائیں بالخصوص اقامۃ صلوٰۃ کا اہتمام کیا جائے اور بدعت و باطل سے اسے منزہ اور پاک کیا جائے اور امت کو یہ تمام تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ہی میں دی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود نماز کی امامت فرماتے، ہر طرف خشوع کی کیفیات چھائی ہوئی ہوتیں، نماز میں آپؐ ہی کی قرأت اور تکبیرات کی آوازیں ہوتیں، اور صحابۂ کرام کی کوئی آہٹ تک نہ سنائی دیتی تاآنکہ نماز ختم ہو جاتی سب ہاتھ باندھے اللہ کے حضور کھڑے ہوتے اور امام اعظمؐ کی اقتدا میں رکوع و سجود کرتے، ان کا کوئی قول یا عمل آپؐ کے قول یا عمل پر مقدم نہ ہوتا اور صفیں مستقیم اور استوار رہتیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ دعا فرماتے

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ وَ تَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ ۔

دعائیں صحابۂ کرام کبھی آواز نہ بلند فرماتے کہ اللہ تو خود ہی سننے والا ہے اور ہر جگہ موجود ہے اس لئے کہ اگر بعض نمازی مسجد میں آوازیں بلند کریں تو دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل پڑے گا اور ان کی توجہ اللہ جل شانہٗ کی جانب قائم نہ رہ سکے گی۔

امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ انہیں بتایا گیا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور نماز کے بعد بلند آواز سے دعائیں مانگتے اور عبادت کے لئے مسجد میں قیام کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کھڑے ہوئے اور ان لوگوں سے فرمایا کہ قسم بخدا تم لوگ بہت آگے نکل گئے ہو۔ کیا تمہیں اصحاب محمدؐ سے بھی زیادہ علم ہے۔ ایسا مت کرو۔ اور میں یہاں سے اس وقت تک نہیں ہٹوں گا۔ جب تک تم یہاں سے نہیں چلے جاتے۔

دین اسلام مکمل ہے اور اس کی وہی صورت اصل دین ہے جو اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔ فرمان الٰہی ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۝ (المائدۃ : ۳)

آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے پسند کر لیا۔

ہر مسلمان جو اسوۂ حسنہ پر عمل کرے اور جسے اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے محبت ہو اس پر لازم ہے کہ وہ دین پر اسی طرح عمل کرے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے دکھایا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (آل عمران : ۳۱)

۱ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ بڑا بخشنے والا ہے۔ بڑا مہربان ہے۔

تقاضائے محبت یہ ہے کہ اسوۂ رسولؐ پر عمل کیا جائے اور ہر اس ایجاد نو کو رد کر دیا جائے جو اسوۂ حسنہ اور سنتِ رسولؐ سے ہم آہنگ نہ ہو اور جو کتاب اللہ کے مطابق نہ ہو۔

داعیِ حق کا اخلاق

جو داعیانِ حق اسلام کی اشاعت کی جدوجہد اور تبلیغ دین کے فریضہ کی ادائیگی میں لگے ہوئے ہوں ان کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے جملہ مقاصد کو بروئے کار لانا بے حد ضروری ہے نیز ان کے لئے لازمی ہے کہ وہ درج ذیل امور سے پوری طرح متصف ہوں۔

۱۔ عقیدہ، عبادت، اخلاق اور معاملات ہر صورت میں نرمی اور مہربانی کا قدوۂ حسنہ پیش کریں۔ دعوت حکمت کے ساتھ دیں، موعظۂ حسنہ کریں اور جو دعوت قبول نہ کرے اس کے لئے دعائے مغفرت کریں کہ نبی رحمت کی یہی سنت ہے کہ آپؐ فرماتے تھے کہ

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔

۲۔ ہر مسلمان کے لئے ہر خیر کی آرزو رکھنا اور کلمہ گو کے لئے خیر کی دعا کرنا۔

۳۔ بغیر کسی کمی بیشی کے اسی طرح دعوت حق دینا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت حق دی۔

۴۔ ہر ایک مسلمان کے ساتھ حسنِ ظن رکھے اور کسی کے بارے میں برا گمان نہ کرے اور جو کھلم کھلا گناہ گار ہو اس کے بارے میں بھی شریعت کا مقرر کردہ طریقۂ کار اختیار کرے۔

۵۔ جذبات اور وقتی ہیجان سے اجتناب کرے اور ہر بات حکمت، دلیل اور برہان کے ساتھ کرے۔

۶۔ براہ راست اور سہل انداز میں ایمان کی جانب دعوت دے۔

۷۔ سختی اور درشتی سے اجتناب کرے کہ فرمان الٰہی ہے۔

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ

(آل عمران : ۱۵۹)

اگر آپ تندخو، سخت طبع ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو گئے ہوتے سو آپ ان سے درگزر کیجئے اور ان کے لئے استغفار کر دیجئے اور ان سے معاملات میں مشورہ لیتے رہیئے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو آنکھیں سرخ ہو جاتیں آواز بلند ہو جاتی۔ اور آپ اس طرح خطاب فرماتے جس طرح کسی لشکر کو تباہی سے ڈرا رہے ہوں آپ فرماتے کہ میری بعثت اور قیامت اس طرح قریب قریب ہیں جس طرح کہ انگشت شہادت اور درمیانی انگلی، خیر حدیث کتاب اللہ ہے اور خیر ہدایت، ہدایت محمد ہے، سب سے برے امور نئے امور ہیں نئے امور بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ میں ہر مومن کا خود اس کے اپنے نفس سے زیادہ دلی ہوں جس نے مال چھوڑا وہ اس کے گھر والوں کا ہے اور جس نے قرض اور نقصان چھوڑا تو وہ میرے اوپر ہے۔

صحابہ کرام نے اس اسوہ رسولؐ پر پوری طرح عمل فرمایا ہے اور اقتدار کو بادشاہت نہیں بنایا۔ بلکہ تواضع اختیار کی۔ پہلے خود عمل کیا پھر دوسروں کو عمل کی جانب متوجہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہو کر ارشاد فرمایا کہ اگرچہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں لیکن بہر حال میں تمہارا والی بنا دیا گیا ہوں۔ اب اگر میں درست چلوں تو میرے ساتھ تعاون کرو اور اگر میں کجی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔ کیونکہ سچائی امانت اور جھوٹ خیانت ہے۔ دراصل میں اتباع کرنے والا ہوں نیا راستہ ایجاد کرنے والا نہیں ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلامی معاشرہ کے طریقہ کار کی دو الفاظ میں وضاحت کر دی کہ صدق امانت اور کذب خیانت ہے۔ لازم ہے کہ فرد کی زندگی صدق پر استوار ہو، خاندان کی زندگی صدق پر قائم ہو۔ حاکم کی حکمرانی کا پیش نہاد صدق ہو اور پوری ملت کا مطمع نظر صدق ہو۔ . . . تاکہ ایک صادق اور امین معاشرہ وجود میں آئے۔ جو نہ اللہ اور رسولؐ کے ساتھ خیانت کرے اور نہ بنی نوع کے کسی فرد کے ساتھ

خیانت کرے۔ ۔ ۔ ۔

اگر امانت نہیں ہے تو صدق اور ایمان بھی نہیں ہے اور جب تک کتاب اللہ اور سنتِ رسول پر عمل ہے امانت بھی قائم ہے۔

جب لوگوں کے اخلاقی طرزِ فکر اور عملی اور علمی اسلوب میں فرق پیدا ہو جاتا ہے تو وہ تاریکیوں میں بھٹک جاتے ہیں اور خیانت، نفاق اور جہالت میں گھر جاتے ہیں۔ ان کے دلوں میں بُری نیتیں گھر کر جاتی ہیں اور ان کی زبانوں پر جھوٹ رواں ہو جاتا ہے اور ان کے قلوب عقیدہ سے خالی ہو جاتے ہیں، کیونکہ عقیدہ ہی وہ شے ہے جو انسانوں کو امانت پر آمادہ کرتا ہے۔

امتِ مسلمہ کے افراد باہم ایک جسم کی طرح ہیں۔ اس لئے ان کے حکمران ایسے ہونے چاہئیں جو امت کے شعور کو مدِ نظر رکھیں جو اسلام کے کلمہ کو بلند کرنے میں پوری امت کے ساتھ ہوں اور ان کے درمیان اور افرادِ امت کے درمیان کوئی نفرت، حسد اور زیادتی نہ ہو کہ ایک مجتمع فاضل کی یہ لازمی ضرورت ہے کہ اس کا اقتدار اللہ کے سامنے سرنگوں ہو اور افرادیت اس کے مطیع ہو۔

اعوان حکام

اعوان حکام حکمرانوں کی سچائی کے کاموں میں مدد کرتے ہیں اور اپنے نورِ بصیرت سے اس حقیقت کی توضیح کرتے ہیں کہ سعادت امت اسی میں ہے کہ حکمران اللہ سبحانہٗ کی اطاعت کریں، خیر کے کام کریں اور شر کو مٹائیں اور ختم کریں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی اور خلیفہ کے رازدار ہوتے ہیں اور رازدار دو قسم کے ہیں ایک معروف کا حکم کرنے والے اور اس پر آمادہ کرنے والے اور دوسرے شر کا حکم کرنے والے اور اس پر آمادہ کرنے والے اور معصوم وہ ہے جسے اللہ اپنی حفاظت میں رکھے۔

اچھی دعا، بے صلہ محبت، وفائے عہد کی راہنمائی، دعوتِ استقامت، اور حسنِ اخلاق کی تاکید اچھے مشورہ کے عناصر ہیں اور یہ سب امور امر بالمعروف کا حصہ ہیں۔

جابر قیادتیں

مسلمانوں پر بعض مرتبہ حکمراں باطل طریقہ پر مسلط ہو جاتے ہیں اور وہ بلحاظ عقل سلیم اور ادراک شعور اس کے اہل نہیں ہوتے اور انہیں اللہ کی ولایت اور نصرت حاصل نہیں ہوتی اور ان کے اقتدار کو استحکام حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ حشرات کی طرح ہوتے ہیں کہ جس طرح وہ ایک موسم میں ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح دوسرے موسم میں فنا ہو جاتے ہیں۔

عظیم خیانت

تمام انسان اللہ کی نظر میں اس طرح برابر ہیں جس طرح کہ کنگھی کے دندانے برابر ہوتے ہیں اور اصل شے ایمان و تقویٰ ہے اور جو اللہ اور رسولؐ کی خیانت کرے اس کا کوئی ایمان نہیں ہے اور عہد کی پرواہ نہ کرے اس کا کوئی دین نہیں ہے۔

امانت کے مفہوم میں تمام شرعی احکام اور پورا دین اسلام داخل ہے، جس کا نفس امانت سے خالی ہو وہ خائن ہے اور حکمران اور محکوم سب اس خیانت کے مفہوم کو بخوبی سمجھ لیں اور یقین کر لیں کہ اللہ ہی تمام انسانوں کا رب ہے اور وہی توبہ قبول کرنے والا ہے تو حاکم اور محکوم سب کے معاملات درست ہو جائیں۔

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝

(الحجر: ۴۹)

میرے بندوں کو خبر کر دیجئے کہ میں یقیناً بڑا مغفرت والا ہوں، بڑا رحمت والا ہوں اور یہ کہ میرا عذاب بھی بڑا دردناک عذاب ہے۔

مقبول قیادت

مسلمانوں کی مقبول قیادت وہ ہوتی ہے جو محاسن اخلاق سے متصف اور دین اسلام پر عمل پیرا ہو

جو اپنی رائے پر مستبد نہ ہوں، جو خود پسندی اور اقتدار کے نشہ میں سرمست نہ ہوں، بلکہ متواضع ہوں مخلوق کے خادم ہوں اور اللہ کی ہدایت کے مطابق کاروبارِ حکومت چلاتے ہوں۔

ایسی قیادت کو نصرت و تائیدِ حق حاصل ہوتی ہے۔ یہ کمزور و ضعیف نہیں ہوتی بلکہ اس میں قوت و استقامت ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مرتدین کے مقابلے میں فیصلہ فرمایا۔

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (الانعام: ۱۵۳)

اور یہ بھی کہہ دیجئے کہ یہی میری سیدھی شاہراہ ہے۔ سو اسی پر چلو اور دوسری پگڈنڈیوں (راہوں) پر نہ چلو کہ وہ تم کو (اللہ کی) راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس (سب) کا (اللہ نے) تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

خطبۂ نبوت

اس مقام پر ضروری ہے کہ ہم اس خطبہ کو یہاں پر درج کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی سالم کی مسجد میں پہلے جمعہ کے موقع پر دیا تھا۔ جو مدینہ منورہ میں آپ کے اقتدار کے آغاز کی ترجمانی کرتا ہے اور آپ کے اصولِ سیاست اور حکمرانی کو واضح کرتا ہے۔

الحمد للہ احمدہ و استعینہ و استغفرہ و استھدیہ واومن بہ و لا اکفرہ و اعادی من یکفرہ و اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ ارسلہ بالھدی و دین الحق و النور و الموعظۃ علی فترۃ من الرسل و قلۃ من العلم وضلالۃ من الناس و انقطاع من الزمان ودنوا من الساعۃ و قرب من الاجل۔

من يطع الله و رسوله فقد رشد و من يعصهما فقد
غوى و فرط و اوصيكم بتقوى الله فانه خير ما اوصى
به المسلم اخاه آن يحضه على الآخرة و ان يأمره بتقوى
الله فاحذروا ما حذركم الله من نفسه ولا افضل من
ذلك نصيحة ولا افضل من ذلك ذكرى و ان تقوى الله
لمن عمل على وجل و مخافة وعون صدق على ما تبتغون من
امر الآخرة و من يصلح الذى بينه و بين الله من امر السر
والعلانية لا ينوى بذلك الا وجه الله يكن له ذكرى فى عاجل
امره و ذخرًا فيما بعد الموت حين يفتقر الى ما قدم و ما كان
من سوى ذلك يود لو ان بينه وبينه امدا بعيدًا و يحذركم
الله نفسه و الله رؤوف بالعباد و الذى صدق قوله وانجز
وعده لا خلف لذلك فانه يقول تعالى ما يبدل القول لدى
و ما انا بظلام للعبيد.

و اتقوا الله فى عاجل امركم و آجله فى السر و العلانية
فانه من يتق الله يكفر عنه سيأته و يعظم له اجرًا و من
يتق الله فقد فاز فوزًا عظيمًا و ان تقوى الله تقى مقته و تقى
عقوبته و تقى سخطه و ان تقوى الله تبيض الوجه و ترضى الرب
و ترفع الدرجة خذوا حظكم و لا تفرطوا فى جنب الله قد علمكم
الله كتابه و نهج لكم سبيله ليعلم الذين صدقوا و يعلم الكاذبين
فاحسنوا كما احسن الله اليكم و عادوا اعداءه و جاهدوا
فى الله حق جهاده هو اجتباكم و سماكم المسلمين ليهلك من هلك

عن بينة و يحيى من حيّ عن بيّنة و لا قوة الا باللّٰه۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ میں اسی کی ستائش کرتا ہوں، اسی سے مدد کا طالب ہوں اسی کی پناہ چاہتا ہوں، اسی سے ہدایت طلب کرتا ہوں اور اسی پر ایمان رکھتا ہوں اور ہر اس شخص سے عداوت رکھتا ہوں جو اس کا منکر ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحد کے سوا کوئی الٰہ نہیں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ نے ان رسولوں کی آمد میں وقفہ آجانے، علم کے کم ہو جانے، لوگوں کے گمراہ ہو جانے، زمانے کے منقطع ہو جانے، قیامت کے قریب ہو جانے اور مدت اجل کے قریب آ جانے پر ہدایت، دین حق، نور اور موعظہ کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔

جس نے اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی وہ راشد ہوا، جس نے ان کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا۔ تفریط میں پڑا اور راستہ سے بہت دور جا پڑا۔ میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور بہترین وصیت جو مسلمان اپنے بھائی کو کرتا ہے یہ ہے کہ اسے آخرت کی تیاری پر آمادہ کرے اور اسے اللہ کے تقویٰ کا حکم دے۔ ڈرو ان امور کے ارتکاب سے جن پر اللہ نے اپنی گرفت سے ڈرایا ہے اس سے بہتر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ اس سے بہتر کوئی یاددہانی ہے۔

تقویٰ الٰہی اس کے لئے ہے جو ڈر اور خوف کے ساتھ عمل کرے اور آخرت کی فلاح میں صدق سے مدد لے اور جو سر اور علانیہ میں اپنا معاملہ حق سبحانہ سے درست رکھے اور صرف اللہ کی رضا ہی مقصود ہو تو وہ اس کے عاجل امر میں اس کے لئے نصیحت اور بعد موت اس کے لئے ذخیرہ ہوگا اور اس کے علاوہ ہر بات بندے اور اس کے خدا کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے والی ہوگی اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اس کا قول سچا ہے اس کا وعدہ پورا ہونے والا ہے کہ اس کا فرمان کبھی تبدیل نہیں ہوتا اور وہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اللہ سے ڈرو اپنے فوری اور بعد کے امر میں اپنے سر اور علانیہ میں، کہ جو اللہ سے ڈرے گا

اللہ اس کی سئیات دُور فرمائے گا اور اس کا اجر بڑھائے گا اور اسے کامیاب و سرفراز فرمائے گا اور اللہ کا تقویٰ اللہ کی ناراضگی اس کی سزا اور اس کی گرفت سے ڈرنا ہے۔ تقویٰ الٰہی انسان کا چہرہ روشن کر دیتا ہے۔ رب اس سے راضی ہوتا ہے اور درجہ بلند ہوتا ہے۔ نصیحت حاصل کرو، اللہ کے ساتھ افراط نہ کرو۔ اللہ نے تمہیں اپنی کتاب کا علم دے دیا ہے اور تمہارا منہاج متعین کر دیا ہے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ صادقین کون ہیں اور کاذبین کون ہیں۔

تم بھی اعمال میں حسن کاری کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان فرمایا ہے اللہ کے دشمنوں کو دشمن جانو اور اللہ کے راستے میں پوری طرح جہاد کرو کہ اس نے تمہیں منتخب کیا ہے اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ واضح دلیل آجانے کے بعد ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے اور اللہ کے سوا کسی کو کوئی قوت حاصل نہیں ہے۔

دعوتِ حق کا دائرہ کار

کارِ دعوت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ کسی ایک جماعت کے ذمے نہیں ہے بلکہ تمام امتِ مسلمہ پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ والدین اپنے گھر میں اس فریضہ کو انجام دیں اور اپنے بچوں اور متعلقین کی تربیت کریں۔ اساتذہ درس گاہوں میں طلبہ کی تربیت کریں اور داعیانِ حق ہر مقام اور ہر سطح پر دعوتِ حق دیں۔

اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث کو مشعلِ راہ بنانا چاہیے۔

۱۔ حضرت ابنِ عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص کسی کو کافر کہے تو اگر وہ فی الواقع کافر ہے تب تو درست ورنہ وہ قول اس کی جانب پلٹ آئے گا۔"

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی کو کفر کی بددعا دی یا دشمنِ خدا کہا اور وہ اس طرح نہ ہوا تو یہ بات کہنے والے کی جانب پلٹ آئے گی۔

۳۔ حضرت عتبان بن مالک سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھایا کرتا تھا میرے اور ان کے درمیان ایک وادی تھی جسے برسات کے دنوں میں ان کی مسجد تک جانے کے لئے عبور کرنا مجھے دشوار ہوتا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا اور میں نے عرض کی کہ میری نگاہ کمزور ہوگئی ہے اور میرے اور میری قوم کے درمیان ایک وادی ہے جسے برسات کے دنوں میں عبور کرنا میرے لئے دشوار ہوتا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لاکر نماز پڑھ لیں میں اسی کو نماز کی جگہ بنالوں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں آؤں گا۔

چنانچہ آپؐ اور ابوبکرؓ دوپہر کے وقت تشریف لائے اور آپؐ نے اجازت چاہی میں نے اجازت دی، آپؐ بیٹھے نہیں اور فرمایا کہ تمہارے گھر کے کس حصے میں میں نماز پڑھوں میں نے آپ کو جگہ بتلائی۔ آپؐ نے تکبیر کہی اور ہم نے آپؐ کے پیچھے صف بنالی۔ آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں، سلام پھیرا، ہم نے بھی سلام پھیر لیا۔

میں نے آپؐ کو کھانے کے لئے روک لیا۔ سب محلے والوں کو معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف رکھتے ہیں تو لوگ جمع ہو گئے۔ ایک شخص بولا مالک بن جیش نہیں ہے، کسی نے کہا کہ وہ منافق ہے اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت نہیں کرتا آپؐ نے فرمایا، ایسا مت کہو، کیونکہ اس نے رضائے الٰہی کی خاطر لا الہ الا اللہ کہا ہے وہ شخص بولا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ ہم نے تو یہی دیکھا ہے کہ اس کا تعلق اور اس کی گفت گو منافقین کے ساتھ ہے۔ اس پر رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ جس نے رضائے الٰہی کے لئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا اس پر جہنم کی آگ حرام ہوگئی۔

۴۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین آسان ہے اور کوئی شخص دین پر سختی نہیں کرتا مگر دین اس پر غالب آجاتا ہے۔ اس لئے میانہ درمیان میں اور قریب قریب چلو اور بشارت دیتے رہو اور صبح و شام اور کچھ رات کی عبادت سے مدد حاصل کرتے رہو۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھتا رہا، آپ کی نمازیں مختصر اور آپؐ کا خطبہ مختصر ہوتا تھا۔

۶- حضرت ابو جحیفہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو الدرداء اور سلمان کے درمیان مواخات فرمادی، سلمان ابو الدرداء سے ملنے آئے تو انہوں نے ام الدرداء کو کچھ پریشان سا دیکھا تو انہوں نے ان کا حال پوچھا، وہ بولیں تمہارے بھائی ابو الدرداء کو دنیا سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی۔ اتنے میں ابو الدرداء آئے۔ کھانا سامنے آیا تو بولے کھاؤ میں تو روزے سے ہوں، سلمان بولے جب تک تم نہیں کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے بھی کھایا جب رات ہوئی تو سلمان نے کہا کہ سو جاؤ، حضرت ابو الدرداء سو گئے، آخر شب میں دونوں نے اٹھ کر نماز پڑھی اور حضرت سلمان نے حضرت ابو الدرداء سے کہا کہ تمہارے رب کا تم پر حق ہے۔ تمہارے نفس کا تم پہ حق ہے اور تمہارے اہل کا تم پر حق ہے تو ہر ایک کو اس کا حق ادا کرو۔ بعد ازاں یہ دونوں حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری گفتگو سنائی۔ آپؐ نے فرمایا کہ سلمان نے درست کہا۔

۷- حضرت حنظلہ بن ربیع سے مروی ہے کہ میں حضرت ابو بکرؓ سے ملا تو انہوں نے حال دریافت کیا، میں نے کہا حنظلہ تو منافق ہو گیا، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا، سبحان اللہ، کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا، جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپؐ جنت و جہنم کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جنت و جہنم ہمارے سامنے ہیں لیکن جب ہم آپؐ کے پاس سے آ کر بیوی بچوں اور زمینوں میں مصروف ہو جاتے ہیں تو وہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ یہ کیفیت تو ہماری بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ میں اور حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا وہ کس طرح؟ میں نے عرض کی کہ جب ہم آپؐ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور آپؐ جنت دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو گویا جنت و دوزخ ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں لیکن جب ہم آپؐ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو ہم اپنے بیوی بچوں اور زمینوں میں لگ جاتے ہیں اور یہ کیفیت نہیں رہتی، آپؐ نے

فرمایا کہ اگر تمہاری یہی کیفیت برقرار رہے جو میرے پاس ہوتی ہے تو فرشتے راستوں میں تم سے مصافحہ کریں۔ لیکن اے حنظلہ یہ کیفیت کچھ وقت کے لئے ہی مناسب ہے۔ آپؐ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

مندرجہ بالا ارشادات رسول اللہ علیہ وسلم سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ کارِ دعوت اور فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اس طرح انجام دیا جائے کہ نرمی اور سہولت پیش نہاد رہے اور سختی اور تشدد سے گریز کیا جائے یعنی نہ تو غیر ضروری قساوت وعنف کا مظاہرہ ہو اور نہ نرمی ضعف اور مسکینی لئے ہوئے ہو بلکہ اسوہ رسولؐ کے مطابق حکمت موعظت اور نرمی سے دین کی جانب دعوت دی جائے۔

سُنّت اور بدعت

مسلمانوں کے تمام ائمہ ہدایت اور حق پر ہیں اور انھوں نے پوری کوشش وکاوش سے دین حق لوگوں تک پہنچایا ہے اور علم سُنت کو جدوجہد کے ساتھ محفوظ کیا ہے اور بدعتوں پر متنبہ کیا ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور بعد ازاں اس طرح نصیحت فرمائی کہ ہمارے دل کانپ اٹھے اور ہماری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ کسی نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ تو ایسی نصیحت ہے جیسے کوئی الوداع کہنے والا نصیحت کرتا ہے۔ آپؐ ہم سے کیا عہد لیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں اور سمع وطاعت کی نصیحت کرتا ہوں، خواہ تمہارا امیر حبشی غلام ہو۔ جو میرے بعد رہے گا وہ بڑا اختلاف دیکھے گا، اسلیئے میری سُنت اور میرے بعد میرے خلفائے راشدین کی سُنت کو مضبوطی سے تھام لو، نئے نئے امور سے بچو، کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اس کے علاوہ اور متعدد احادیث بدعت کی مذمت میں اور اس کے گمراہی ہونے کے بارے میں موجود ہیں اگر کوئی یہ تصور کرے کہ عبادات سے متعلق بعض بدعتیں، حسنہ بھی ہوسکتی ہیں تو یہ رائے بالکل غلط ہے کیونکہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہ دعویٰ بھی باطل اور غلط ہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں اس حدیث سے تخصیص ہوگئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ

"جس نے اسلام میں کوئی اچھی سُنت مقرر کی اس کو اس کا اجر ملے گا اور ان تمام لوگوں کے عمل کا بھی اجر ملے گا جو اس پر عمل کریں۔ اور ان کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی اور جو شخص اسلام میں بری سنت جاری کرے اسے اس کا گناہ اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ملے گا اور ان کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔"

اس لیئے کہ اس حدیث کا مقصود عام مکارم اخلاق پر آمادہ کرنا ہے اور قلوب میں ارتباط اور اتفاق کلمہ پیدا کرنا اور نفرت اور بغض کو دور کرنا ہے۔ نیز یہ کہ یہاں سُنت قائم کرنے سے مراد سنت ایجاد کرنا نہیں ہے بلکہ حضورؐ سے ثابت سنت پر عمل کرنا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ہم دن کے آغاز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ ننگے پیر، ننگے بدن افراد آئے جنہوں نے چادریں لپیٹی ہوئی تھیں اور تلواریں لٹکائی ہوئی تھیں اور بیشتر کا تعلق قبیلہ مضر سے تھا۔ ان کی فاقہ مستی کی حالت دیکھ کر چہرۂ اقدس کا رنگ بدل گیا۔ آپؐ کبھی اندر جاتے اور کبھی باہر تشریف لاتے۔ پھر آپؐ نے بلال کو اذان کا حکم دیا۔ نماز پڑھی اور نماز کے بعد خطبہ دیا، جس میں آپؐ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝ (النساء: ۱)

اے لوگو! اپنے پروردگار سے تقویٰ اختیار کرو جس نے تم (سب) کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ سے تقویٰ اختیار کرو۔ جس کے واسطہ سے ایک دوسرے مانگتے ہو۔ اور قرابتوں کے باب میں بھی (تقویٰ اختیار کرو) بیشک اللہ تمہارے اوپر نگران ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ○ (الحشر: ۱۸)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور ہر شخص دیکھے کہ اُس نے کل کے واسطے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کو تمہارے اعمال کی (پوری) خبر ہے۔

ازاں بعد آپؐ نے فرمایا کہ

جو شخص جو صدقہ دے سکے وہ دے دے، دینار، درہم، کپڑا، آٹا، یا کھجور، حتیٰ کہ کھجور کا ایک ٹکڑا۔ ایک انصاری ایک تھیلی لے کر آیا جو آپؐ سے اٹھانا دشوار ہو رہی تھی اور اس کے بعد لوگوں نے اشیاء لانی شروع کیں، یہاں تک کہ کپڑوں اور کھانوں کے دو ڈھیر ہو گئے۔ آپؐ کا چہرۂ انور روشن ہو گیا آپؐ مسرور ہو گئے اور آپؐ نے فرمایا کہ جس نے اسلام میں کوئی سُنّت حسنہ قائم کی اسے اس کا اجر ملے گا۔ اور جو اس پر عمل کریں گے ان کا بھی اجر ملے گا بغیر ان کے اجر میں کوئی کمی کیئے ہوئے۔

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ غور فرمائیں کہ آپؐ نے یہ بات کس موقعہ پر ارشاد فرمائی کہ ایک شخص تھیلی لے کر آیا اور اس کے بعد صدقہ لے کر آنے والوں کا سلسلہ جاری ہو گیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں پر سُنّت سے مراد اس صحابی کا عمل ہے جو صدقہ کی تھیلی لے کر آیا اور ظاہر ہے کہ صدقہ خود سنت رسولؐ سے ثابت ہے۔

بہرحال بدعت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ محض لغوی تقسیم ہے اور بدعت کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہ امر غیر معقول ہے کہ کوئی شخص خلاف شریعت اللہ کی عبادت کرے۔ اور سُنّت رسولؐ قول، عمل اور تقریر رسول ہے اور اگر کسی فعل کا ترک ہی تقاضائے دین ہو تو اس کا ترک سُنّت ہے اور اس کا کرنا بدعت ہے۔ اسی لئے جنازہ کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ چلنا اور دیگر تمام بدعتیں گمراہی ہیں اور قابل ترک ہیں اس امر پر اجماع ہے کہ ہر بدعت کے بالمقابل سنت کا اجر بڑھتا جاتا ہے چنانچہ غضیف الثمالی کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

'جو کوئی قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے اس کی جگہ عمل سنت کا درجہ بڑھ جاتا ہے۔

عبداللہ بن دیلمی سے مروی ہے کہ دین، ترک سنت سے جاتا رہتا ہے کہ ایک ایک سُنت ختم ہوتی جاتی ہے جیسے ایک ایک کڑی کھلتی جاتی ہو۔

ایسی کتابوں کے مطالعہ سے احتراز کرنا چاہیئے جس میں بدعتوں کی ترویج و تبلیغ ہو، کہ اس طرح کی کتابوں کا مطالعہ دین کو تباہ کر دینے والا ہے کہ اصل دین وہی ہے جو اللہ نے اپنے رسولؐ پر وحی کیا اور رسولؐ نے بغیر کسی کمی بیشی کے اُمت کو منتقل فرما دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ (النجم: ۳)

اور نہ وہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں۔

اور فرمایا کہ

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ (المائدہ: ۶۷)

اے (ہمارے) پیغمبر جو کچھ آپؐ پر آپؐ کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے۔ یہ (سب) آپ (لوگوں تک) پہنچا دیجئے۔

اور فرمایا

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (الھود: ۱۱۲)

"تو آپؐ مستقیم رہیئے جیسا کہ آپ کو حکم ہوا ہے۔ نیز ارشاد فرمایا۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ (آل عمران: ۱۲۸)

آپؐ کو اس امر میں کوئی دخل نہیں۔

مزید فرمایا

وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝

(الحاقہ: ۴۴ تا ۴۷)

اور اگر (یہ پیغمبر) ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر ہم ان کی رگِ دل کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی ان کو اس (سزا) سے بچانے والا نہ ہوتا۔

ان کے علاوہ بے شمار آیات و احادیث موجود ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ شریعت وہی ہے جو اللہ اور رسول کی جانب سے ثابت ہو اور جو امر اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے نہ ہو وہ بدعت ہے اور مردود ہے خواہ کوئی اس کی کتنی ہی تحسین کرے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

'جو ہمارے اس دین میں نئی بات پیدا کرے وہ مردود ہے'

سوال یہ ہے کہ جب بدعت کا دین سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے تو وہ حسنہ کہاں سے ہوتی اور کیا دین ناقص ہے جو بدعتوں کی ایجاد سے اس کی تکمیل ہوگی، حالانکہ فرمانِ الٰہی ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المآئدہ:۳)

آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے پسند کر لیا۔

اور فرمانِ نبوتؐ ہے

'اتباعِ سنت کرو، بدعت نہ اختیار کرو، کہ اتنا ہی تمہیں کافی ہے۔' اللہ سبحانہ، نے دین میں نئی بات پیدا کرنے سے منع فرمایا۔

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ۔ (یونس:۳۲)

اور امرِ حق کے بعد رہ کیا گیا بجز گمراہی کے

اور فرمایا کہ

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ۝ (الانعام:۳۸)

ہم نے اپنے رجسٹر میں کوئی چیز نہیں چھوڑ رکھی۔

اور فرمایا کہ

وَ اَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡہُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ؕ

(الانعام: ۱۵۳)

اور (یہ بھی کہہ دیجئے) کہ یہی میری سیدھی شاہراہ ہے۔ سو اسی پر چلو۔ اور (دوسری دوسری پگڈنڈیوں) راہوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو (اللہ کی) راہ سے جدا کر دیں گی۔

مزید فرمایا کہ

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ

(آل عمران: ۳۱)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ میں ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! تم حق سبحانہ کے سامنے برہنہ اور ننگے پیر مبعوث کیئے جاؤ گے، جیسا کہ حق سبحانہ نے مخلوق کو اولاً پیدا کیا۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو لباس پہنایا جائے گا اور میری اُمت کے کچھ افراد بائیں جانب لائے جائیں گے، میں کہوں گا یارب میری امت کے افراد ہیں۔ تو کہا جائے گا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ انہوں نے کیا کیا نئی باتیں پیدا کر لی تھیں تو میں عبد صالح کی طرح کہوں گا۔

وَکُنۡتُ عَلَیۡہِمۡ شَہِیۡدًا مَّا دُمۡتُ فِیۡہِمۡ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ کُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِیۡبَ عَلَیۡہِمۡ ؕ وَ اَنۡتَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ ۝ اِنۡ تُعَذِّبۡہُمۡ فَاِنَّہُمۡ عِبَادُکَ ۚ وَ اِنۡ تَغۡفِرۡ لَہُمۡ فَاِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝

(المائدۃ: ۱۱۷-۱۱۸)

اور میں ان پر گواہ رہا جب تک کہ میں ان کے درمیان رہا۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا۔ (جب سے) تو ہی ان پر نگران ہے اور تو تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ تو اگر انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بھی تو زبردست ہے۔ حکمت والا ہے۔

اس پر کیا جائے گا کہ آپؐ کے ان سے جدا ہونے کے بعد سے یہ مسلسل پیچھے ہٹتے رہے ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم نبوتؐ سے مستفید ہونے کی مثال اس طرح بیان فرمائی کہ جو شخص باراں نبوتؐ سے مستفید ہوا اور علم حاصل کر کے اس پر عمل کرے اور دوسروں تک اس علم کو منتقل کرے وہ اس زرخیز زمین کی طرح ہے جو بارش کے پانی کو جذب کرے اور خوب پھل پھول اگائے اور جو شخص علم حاصل کرلے لیکن خود عمل نہ کرے اس کی مثال اس نشیبی زمین کی سی ہے جس میں بارش کا پانی جمع ہو جائے اور لوگ اس پانی سے فائدہ اٹھائیں ، جو لوگ نہ علم حاصل کریں اور نہ اس پر عمل کریں ان کی مثال اس چٹیل میدان کی سی ہے جہاں نہ پانی جذب ہو اور نہ جمع ہو ۔

فرمایا کہ

> اللہ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر مبعوث فرمایا ہے اس میں میری مثال اس بارش کی سی ہے جو کسی زمین پر برسے ، زمین کا ایک حصہ اسے جذب کر کے گھاس اور سبزہ اگائے ، اور زمین کا نشیبی حصہ اسے جمع کرے جس سے لوگ پانی پیئیں اور اپنے کھیتوں کو پانی دیں اور زمین کا وہ چٹیل حصہ جو نہ پانی جمع کرے اور نہ سبزہ اگائے ۔ پہلی مثال اس شخص کی ہے جو اللہ کے دین کو سمجھے اور علم سیکھے اور سکھائے اور (دوسری اور تیسری) مثال ہے جو اس ہدایت کو قبول نہ کرے جسکے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں ۔

صلاح انسانیت اور فساد انسانیت

اس حدیث سے انسانوں کی صلاح اور ان کے فساد کی نشاندہی ہوتی ہے کہ جن کے دلوں میں ایمان اور عقیدہ ہے ان میں قبولیت کی صلاحیت موجود ہے اور جہل اور نفاق عدم صلاحیت ہے جس سے تمام انبیاء کو واسطہ پڑا ہے اور جو دعوت حق میں ہمیشہ رکاوٹ رہا ہے ۔ جہالت انسان کی بدترین دشمن ہے اور انسان کے قبولِ حق میں زبردست مانع ہے اسی طرح نفاق بدترین برائی ہے جس سے انسان اپنے آپ کو بھی نقصان پہنچاتا ہے اور معاشرے کے بھی اور منافق کا رویہ معاشرے کیلئے

ایک ناسور کی طرح ہوتا ہے کہ وہ جب بولتا ہے جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور جب امانت لیتا ہے تو خیانت کرتا ہے۔

سورۃ المنافقون میں منافقین کی اس ضرر رسانی کی صورت کو تفصیل سے واضح کیا گیا ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۡ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ سَوَاۗءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰي مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ

اَللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰہُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○

(المنافقون : ۱ تا ۱۱)

جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے رسول ہیں تو اللہ کو تو یہ معلوم ہی ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ (اس کی بھی) گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے۔ پھر یہ لوگ (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں بیشک کیسے بُرے ان کے کرتوت رہے ہیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ ایمان لے آئے پھر کافر ہو گئے۔ سو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو یہ (اب) نہیں سمجھتے۔ اور جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے قدوقامت آپ کو خوشنما معلوم ہوں اور اگر یہ بات کرنے لگیں تو آپ اُن کی باتیں سننے لگیں۔ گویا یہ لکڑیاں ہیں سہارے سے لگائی ہوئی، ہر غل پکار کو یہ اپنے ہی اوپر سمجھنے لگتے ہیں۔ یہی لوگ (پورے) دشمن ہیں پس آپ ان سے ہوشیار رہیئے۔ اللہ ان کو غارت کرے کہاں پھرے چلے جاتے ہیں، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے استغفار کردیں تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ بے رخی کر رہے ہیں تکبر کرتے ہوئے۔ اُن کے حق میں برابر ہے خواہ آپ اُن کے لئے استغفار کریں یا آپ اُن کے لئے استغفار نہ کریں اللہ انہیں بہرحال نہ بخشے گا۔ بیشک اللہ ایسے نافرمان لوگوں کو توفیق ہدایت نہیں دیتا۔ یہی لوگ تو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس جمع ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو۔ یہاں تک کہ وہ (آپ ہی) منتشر ہو جائیں گے حالانکہ اللہ ہی کے تو ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے البتہ منافقین ہی نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹ کر جائیں گے تو غلبہ والا وہاں سے مغلوبوں کو نکال باہر کرے گا۔ حالانکہ عزت تو بس اللہ ہی کی ہے اور اس کے پیغمبر کی اور ایمان والوں کی۔ البتہ منافقین (ہی) اس کا علم نہیں رکھتے۔ اے ایمان والو! کہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے

غافل نہ کریں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو وہی لوگ تو گھاٹے میں رہنے والے ہیں اور ہم نے تمہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت آکھڑی ہو۔ پھر وہ کہنے لگے اے میرے پروردگار مجھے اور کچھ دن مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیر خیرات دے لیتا اور نیک کاروں میں شامل ہو جاتا اور اللہ کسی کو ہرگز مہلت نہیں دیتا جب اس کی میعاد مقررہ آجاتی ہے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی پوری خبر ہے۔

وہ علمأ جو لوگوں کو دین کے احکام بتلائیں اور خود عمل نہ کریں ایک درجہ میں منافق ہیں کیوں کہ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (البقرۃ : ۴۴)

کیا تم دوسرے لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے کو بھول جاتے ہو درانحالیکہ تم کتاب (الہٰی) پڑھتے رہتے ہو۔ سو کیا تم عقل سے کام (ہی) نہیں لیتے۔

قرآن کریم میں حضرت شعیبؑ کا یہ قول نقل کیا گیا۔

وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَ مَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ ○ (هود : ۸۸)

اور میں نہیں چاہتا کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جن سے میں تمہیں روکتا ہوں۔ میں تو بس اصلاح ہی چاہتا ہوں جہاں تک میں کر سکوں۔ اور مجھے جو کچھ توفیق ہوتی ہے اللہ ہی کی طرف سے اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روز قیامت ایک

شخص لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈالدیا جائے گا۔ جہاں اس کی آنتیں کٹ کر نکل جائیں گی اور وہ گدھے کی طرح بھاگتا ہوا پھرے گا۔ اس سے لوگ پوچھیں گے اسے کیا ہوا، وہ کہے گا کہ میں تمہیں معروف کا حکم دیتا تھا مگر خود نہیں کرتا تھا اور تمہیں منکر سے روکتا تھا اور خود کرتا تھا۔

غرض سُنت وہی ہے جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اور جو آپؐ سے ثابت نہ ہو وہ رد ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ

میری تمام اُمت جنت میں جائے گی ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا، پوچھا گیا یا رسُول اللہ انکار کون کرے گا، آپؐ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

اللہ سبحانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

جناب میں صحابۂ کرام کا ادب

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ط

(البقرۃ : ۲۸۴)

اللہ ہی کو ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ تمہارے نفسوں کے اندر ہے اگر تم اس کو ظاہر کر دو یا اُسے چھپائے رکھو۔ بہر حال اللہ اس کا حساب تم سے لے گا۔

تو صحابہ کرام نے اس کی شدت کو محسوس فرمایا اور خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور عرض کی، یارسول اللہ ہم پر نماز، روزہ، صدقہ اور جہاد فرض ہوئے جو ہماری قدرت میں تھے لیکن اب یہ آیت نازل ہوئی ہے جس کی ہم اپنے اندر قدرت نہیں پاتے، آپؐ نے فرمایا کیا تم اہل کتاب کی طرح یہ کہو گے کہ۔ ہم نے سن تو لیا لیکن ہم نافرمانی کریں گے۔ تمہیں یہ کہنا چاہیئے کہ

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝

(البقرۃ : ۲۸۵)

ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی ہم تیری مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار اور تیری ہی طرف واپسی ہے۔

جب صحابۂ کرام نے یہ الفاظ کہہ لیے اور ان کی زبانوں پر جاری ہو گئے۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ (البقرۃ : ۲۸۵)

پیغمبر ایمان لائے اس پر جو اُن پر اُن کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اور مومنین (بھی) یہ سب ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر، ہم اس کے پیغمبروں میں باہم کوئی فرق بھی نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی ہم تیری مغفرت طلب کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور تیری ہی طرف واپسی ہے۔

جب صحابۂ کرام نے ان آیات پر عمل شروع کر دیا، تو یُسر اور آسانی پر مبنی یہ آیات نازل ہوئیں:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۚ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۚ وَاغْفِرْ لَنَا ۚ وَارْحَمْنَا ۚ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرۃ : ۲۸۶)

اللہ کسی کو ذمہ دار نہیں بناتا مگر اس کی بساط کے مطابق۔ اسے ملے گا وہی جو کچھ اس نے کمایا اور اُس پر پڑے گا وہی جو کچھ اس نے کمایا۔ اے ہمارے پروردگار ہم پر گرفت نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں اے ہمارے پروردگار ہم پر بوجھ نہ ڈال، جیسا تو نے ڈالا تھا، اُن لوگوں پر جو ہم سے پیشتر تھے۔ اے ہمارے پروردگار ہم سے وہ نہ اٹھوا جس کی برداشت ہم سے نہ ہو۔ اور ہم سے درگذر کر اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا کارساز ہے۔ سو ہم کو غالب کر کافر لوگوں پر۔

صحابۂ کرام کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں یہ مؤدبانہ رویہ ہمارے لئے مثال اور قدوۂ حسنہ ہے کہ ہم حبیب اللہ جل شانہ اور سرکار دو عالم کے بارے میں گفتگو کریں تو وہ انتہائی مؤدبانہ ہونی چاہیئے۔

صحابۂ کرام نے محسوس فرمایا کہ دلوں میں گزرنے والے خیالات کا محاسبہ سختی کا حامل ہے تو انہوں نے بکمال ادب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے اس تاثر کو بیان کیا۔ چنانچہ رحمت حق جوش آئی اور آسانی اور سہولت پیدا کر دی گئی۔

بنی اسرائیل انبیائے کرام کی مخالفت میں اس قدر سخت دل ہو گئے تھے کہ وہ اپنے انبیاء کی تعلیمات سن کر برملا کہتے کہ سمعنا وعصینا (سنا ہم نے ضرور ہے لیکن ہم مانیں گے نہیں) اس سرکشی اور اس تمرد و عصیاں کی سزا یہ مقرر کی گئی کہ توبہ کی صورت یہ متعین کی گئی کہ وہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالیں اور اگر کسی حصۂ جسم پر نجاست لگ جائے تو اسے قطع کر دیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت ہیں کہ آپؐ کے بارے میں فرمایا گیا

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیآء: ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو دنیا جہاں پر (اپنی رحمت ہی کے لئے بھیجا ہے۔

اور آپؐ کو ایسی شریعت دی گئی جس میں درگزر، سماحت اور سہولت ہے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج: ۷۸)

اور اُس نے تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں کی۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اگر کوئی مسلمان ان آیات کو بطور دعا پڑھے تو اللہ سبحانہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دعا قبول کی۔

وسائل دعوت اور ان کے درمیان ہم آہنگی

وسائل دعوت کچھ عمومی نوعیت کے ہوتے ہیں اور بعض کی نوعیت خصوصی ہوتی ہے۔ خصوصی نوعیت کے ذریعہ دعوت کی مثال میں وہ جماعتیں ہیں جو مساجد سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرتی ہیں اور ہمہ وقتی ارکان دعوت دین کا کام انجام دیتے ہیں، لیکن میری رائے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ کار دعوت میں مصروف حضرات عمومی اور خصوصی تمام ذرائع اختیار کریں اور اختلافی مسائل سے دور رہتے ہوئے کار دعوت اس نہج کے مطابق انجام دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی اور یہ لائحہ عمل اختیار کریں۔

(ا) ائمہ اور خطباء کے ذریعے دعوت

(ب) دینی کتب کی اشاعت

(ج) اسلامی مراکز کا قیام، مع مسجد، کتب خانہ، اور اسلامی علوم کی درسگاہ

(د) کار دعوت کے لئے ایک فنڈ کا قیام

(ہ) اسلامی بنکوں کا قیام

(و) عالمی مارکیٹ پر اپنے اموال اور اپنے افکار سے غلبہ حاصل کرنا۔

(ز) تہذیبی اور معاشی معیار کا ارتقاء

نوجوان نسل کو اسلام کے لیئے تیار کرنا

دعوت دین اور اقامت دین کے کام کے لئے نوجوانوں کو تیار کرنا ناگزیر ہے اور اس مقصد

کے لیے یہ لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیئے۔

(ا) اسلام کی نمائندہ شخصیات کا تعارف

(ب) اسلامی تاریخ کا مطالعہ، اور اسلامی اقتصادیات اور اجتماعیات پر لٹریچر کی تیاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی بطور خاص توضیح اور ان کی حربی اہمیت اجاگر کرنا۔

(ج) نوجوانوں کے لئے ایسی تربیت گاہوں کا قیام جہاں انہیں مناسب دینی اور اجتماعی تربیت اور مختلف تربیت گاہوں کے نوجوانوں کا باہمی تعارف اور ملاقات کے مواقع فراہم کرنا

(د) نوجوانوں کے لئے مراکز اطلاع قائم کرنا جس کے ذریعے مسلم نوجوانوں میں اسلامی ثقافت ابھاری جائے اور ان میں دینی کتب کے مطالعے کا شوق پیدا کیا جائے اور وہ وقار اور تمکنت پیدا کی جائے جو اسلام کا خاصا ہے۔

اصل میں تمام جماعتیں ادارے اور مسلمان حکومتیں ایک ہی منہاج پر دعوت دین کا کام انجام دیں اور یہ منہاج ہو ایمان، یقین اور عمل صالح کی منہاج۔ کیونکہ تمام ادارے اور جماعتیں اس سلسلے میں اللہ کے سامنے جوابدہ ہیں۔

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

(غافر: ۱۴)

سو تم لوگ اللہ کو پکارو اس سے خالص اعتقاد رکھ کر گو کافروں کو ناگوار ہو۔

مصباحِ نور

اللہ سبحانہ، زمین و آسمان کا نور ہے۔ اسی نے فرشتوں کی عبادت سے آسمانوں کو منور کیا ہے کہ ایک انگل جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ سجدہ ریز نہ ہو اور جس طرح اللہ نے آسمانوں کو کواکب سے منور کیا ہے اسی طرح زمین کو انبیاء کرام اور ان کی شریعتوں سے منور فرمایا ہے۔

اللہ سبحانہ نے قلبِ مومن میں موجود اپنے نور کی مثال قندیل سے دی ہے کہ قلبِ مومن میں صفائی ہے رقت ہے اور صلابت ہے۔ صفائے فطرت کی بنا پر وہ حق کا ادراک کرتا ہے۔ رقت کی بنا پر وہ اپنے مومن بھائیوں سے نرمی سے پیش آتا ہے اور صلابت کی بنا پر وہ حق پہ قائم رہتا ہے دھوکہ نہیں دیتا، دکھاوا نہیں کرتا اور مداہنت نہیں برتتا۔

اس ایمان کا سر رشتہ وحی محمدی کے شجر سے جا ملتا ہے اور یہی تعلق انحراف اور کجروی سے محفوظ رکھتا ہے اللہ ہی صاحبِ نور ہے، وہی توفیق دیتا ہے اور وہی ہدایت دیتا ہے اور اللہ کی ہدایت اور صراطِ مستقیم کے سوا ہر راستہ سراب کی جانب لے جانے والا اور دنیا اور آخرت کے خسارے میں ڈالنے والا ہے اور جس کے لئے اللہ نے نورِ ہدایت مقدر نہیں کیا اسے کہیں سے بھی روشنی میسر نہیں آسکتی۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍۙ یَّكَادُ

زَيْتُهَا يُضِيٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى
اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ
بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۝ فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا
اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ
وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ
يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ
اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ
يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ
بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ
شَيْئًا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ
الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِىْ بَحْرٍ لُّجِّىٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ
مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ
يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ
مِنْ نُّوْرٍ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلٰوتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ (النور: ۳۴ تا ۴۱)

اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور (ہدایت) کی مثال ایسی ہے کہ جیسے
ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ ہے۔ چراغ قندیل میں ہے۔ قندیل گویا ایک چمکدار ستارہ ہے
چراغ روشن کیا جاتا ہے ایک عنایت مفید درخت (یعنی) زیتون سے جو نہ پورب رخ
ہے اور نہ پچھم رخ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اٹھے گا۔ اگرچہ آگ اسے نہ بھی چھوئے
نور ہی نور ہے اللہ اپنے اسی نور تک جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لئے

(یہ) مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔

وہ ایسے گھروں میں ہیں جن کے لئے اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور
ان میں اس کا نام لیا جائے۔ ان میں وہ لوگ صبح شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں ایسے
لوگ جنہیں نہ تجارت غفلت میں ڈال دیتی ہے نہ (خرید و) فروخت اللہ کی یاد سے اور نماز
پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے۔ وہ ڈرتے رہتے ہیں ایسے دن سے جس میں دل اور آنکھیں
الٹ جائیں گی۔ انجام یہ ہوگا کہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا اور
ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار دے دیتا ہے۔

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے اعمال مثل سراب کے ہیں۔ چٹیل میدان میں کہ پیاسا اس
کو پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اسے کچھ بھی نہ پایا اور اس کے
پاس (قضاء) الٰہی کو پایا۔ سو اللہ نے اس کا حساب پورا چکا دیا اور اللہ بہت ہی جلد حساب
کر دیتا ہے یا (وہ اعمال) ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیرے کہ اس
کو ایک (بڑی) موج نے ڈھانپ لیا ہو پھر اس (موج) کے اوپر (ایک اور) موج
ہو (پھر) اس کے اوپر بادل ہو (غرض) اوپر تلے اندھیرے ہیں۔ اگر کوئی اپنا ہاتھ نکالے
تو اس کے دیکھنے کا احتمال تک نہیں اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کے لئے
(کہیں سے) نور نہیں۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں جو کوئی بھی آسمانوں
اور زمین میں ہیں اور پرند بھی جو پَر پھیلائے ہوئے ہیں۔ ہر ایک کو معلوم ہے اپنی اپنی دعا
اور اپنی تسبیح، اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ لوگ کرتے رہتے ہیں۔

صحت نامہ۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔

نمبر شمار	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
۱	اُولیاء	اَولِیَاءُ	۱۴	۱۰
۲	عَزِیْرٌ	عَزِیْزٌ	۱۴	۱۳
۳	قُضِتِ	قُضِیَتْ	۲۹	۵
۴	اِلَّا اَلَّذِیْنَ	اِلَّا الَّذِیْنَ	۳۲	۵
۵	اِذُا	اِذْ	۳۶	۵
۶	قوماًنِ	قَوْمَانِ	۳۶	۷
۷	اَلِعُسَیٰ	لِعِیْسٰی	۳۶	۹
۸	عَیَسٰی ابنَ	عِیْسَی بْنُ	۳۶	۹
۹	عَیَسٰی ابنَ	عِیْسَی بْنُ	۳۶	۱۲
۱۰	لِیَعْبُدُوْنَ	لِیَعْبُدُوْنِ	۳۹	۶
۱۱	یُطْعِمُوْنَ	یُطْعِمُوْنِ	۳۹	۷
۱۲	اَلْمَتِیْنِ	اَلْمَتِیْنُ	۳۹	۸
۱۳	اَلْیَوْمُ	اَلْیَوْمَ	۵۶	۱۴
۱۴	اَلْعَذَابَ	اَلْعَذَبُ	۶۰	۱۴

نمبر شمار	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
۱۵	نساءً ا	نِسَاۤءً	۷۰	۱۶
۱۶	فَکُنْتِ	وَکُنْتُ	۷۴	۱۵
۱۷	لَاْتُوَاخِذْنَا	لَاْتُؤَاخِذْنَا	۸۱	۱۱
۱۸	لِلْعَالَمِیْنَ	لِلْعٰلَمِیْنَ	۸۲	۱۱

مطبوعات شعبہ دعوۃ ارشاد

ادارہ تحقیقات اسلامی، پوسٹ بکس ۱۰۳۵

اسلام آباد - پاکستان

* * * *

عظمت قرآن کریم

صلوات فاخرہ با حادیث متواترہ

اسلام کی معاشی تعلیمات

حرمت سود

کسب حلال

اصول دعوت دین

کار دعوت کی دشواریاں اور مسائل

درآمد کیا جانے والا گوشت

- The Meaning & Significance of Dawat-ill-Allah
- Why Islam forbids pork (Swine flesh) ?
- Easy Method of Renouncing Bribery and importance of Earning Honest Livelihood
- Sermons of the Holy Prophet MUHAMMAD (S.A.W) (*under print*)
- Ethical Teachings & Practice of Holy Prophet (S.A.W) (Selections from *Seerat-un-Nabi*-vol vi) (*under print*)
- Distinctive Features of Islam (*under print*)

PRINTED AT THE

PRESS OF THE ISLAMIC RESEARCH INSTITUTE

ISLAMIC UNIVERSITY, ISLAMABAD